عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۹ | ۱۱ تا ۱۷ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق یکم تا ۷ جنوری ۲۰۱۰ء | شمارہ: ۱

بعثتِ نبوی اور قیامت کے درمیان اِتصال

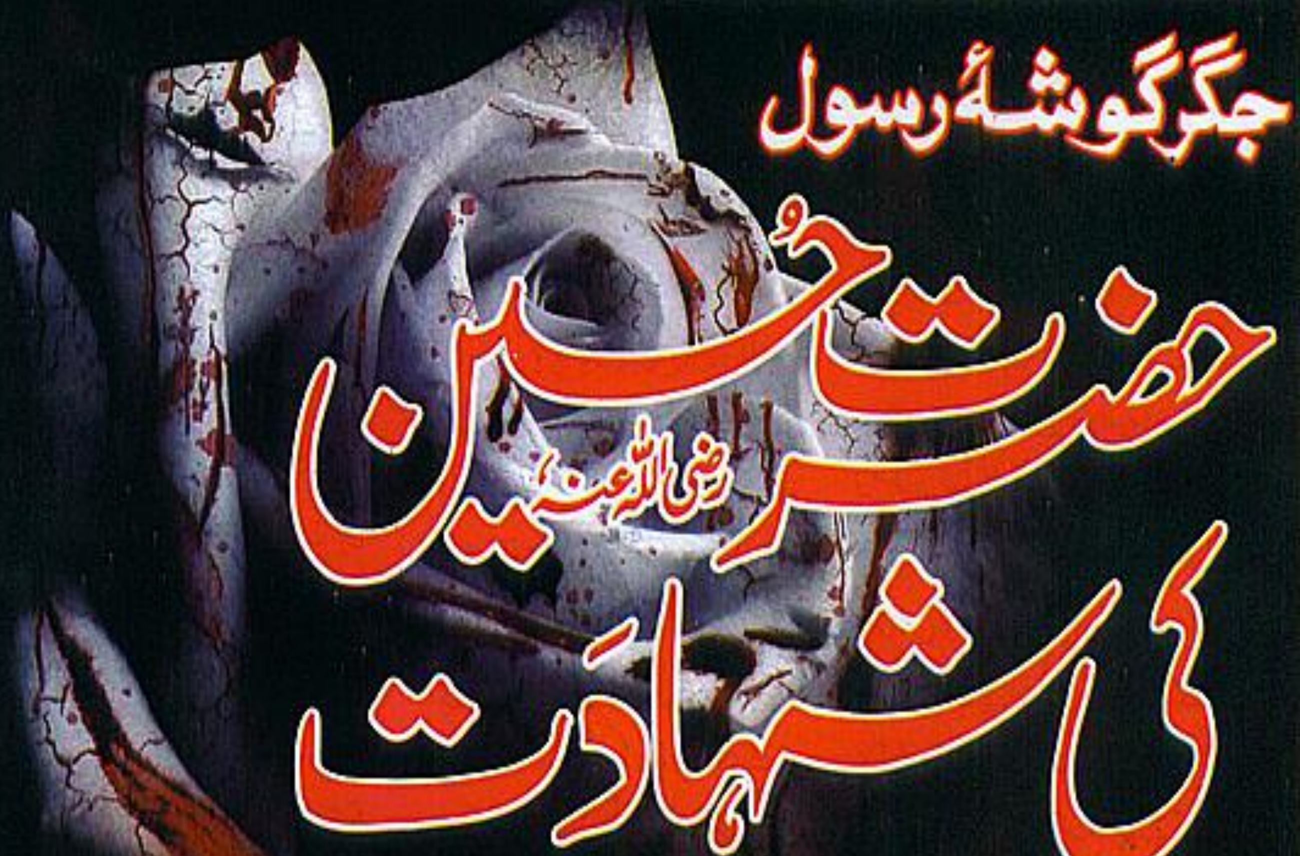

جگر گوشۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

مُلاقات اور مجلس کے آداب

مرزا قادیانی انگریزی اقتدار کا محافظ

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.or
http://www.khatm-e-nubuwwat.co

قادیانیوں کے ساتھ تعلق رکھنا اور ان کے ساتھ کھانا پینا کیوں ناجائز ہے؟

مولانا سعید احمد جلال پوری

س:...... آپ نے ایک سائل کے جواب میں کہا تھا کہ ''مسلمان مرد ضرورت کی حد تک غیر مسلموں سے تعلق رکھ سکتے ہیں اور قادیانیوں کے ساتھ تعلق رکھنا اور ان کے ساتھ کھانا پینا ناجائز ہے۔'' مجھے قادیانیوں کے بارے میں پتا نہیں ہے' اس لئے میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اس فرقے میں ایسی کون سی بات ہے' جس کی وجہ سے آپ نے انہیں غیر مسلموں سے زیادہ بُرا قرار دیا ہے؟ کیونکہ میں نے جہاں تک سنا ہے کہ قادیانی کلمہ گو ہوتے ہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں غیر مسلموں کے ساتھ آپؐ اچھے طریقے سے برتاؤ کرتے تھے' ان کے مسائل حل کرتے تھے' پھر یہ فرق کیسا؟ اسلام واحد مذہب ہے جو رنگ ونسل اور ذات پات کے فرق کو ختم کرتا ہے' خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا اہم واقعہ یہ ہے کہ ایک یہودی عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کچرا پھینکا کرتی تھی' لیکن آپؐ ایک روز اس عورت کے گھر گئے اور اس کی بیمار پرسی کی' یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر مسلموں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور حُسن سلوک کا مظاہرہ کیا ہے تو آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ غیر مسلمون سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے اور نہ بات کی جائے اور نہ کھانا کھایا جائے' اس کی وضاحت کریں۔

ج:...... میری بیٹی! آپ نے بہت اچھا سوال کیا ہے' اور اچھا کیا کہ قادیانیوں کے بارہ میں پوچھ لیا۔ میری بیٹی! قادیانی اور دوسرے کافروں میں فرق ہے اور اسی فرق کی بنا پر دوسرے کافروں کے ساتھ میل ملاپ اور ضروری تعلقات کی اجازت ہے اور قادیانیوں کے ساتھ ایسے کسی تعلق کی اجازت نہیں ہے۔ میری بیٹی! قادیانی کلمہ گو نہیں ہیں' بلکہ یہ مرتد و زندیق ہیں' مرتد وہ ہوتا ہے جو اسلام کو ترک کرکے کوئی دوسرا مذہب اختیار کرلے اور زندیق وہ ہوتا ہے جو اپنے کفریہ عقائد کو اسلام کا نام دے' لہٰذا یہ لوگ اسلام کے باغی ہیں' اور جس طرح کسی ملک کا باغی کسی رو رعایت کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ جو لوگ ان باغیوں کے ساتھ میل جول رکھیں وہ بھی قابل گرفت ہوتے ہیں' ٹھیک اسی طرح چونکہ قادیانی بھی زندیق و مرتد ہیں تو اسلامی تعلیمات کی رو سے کسی رو رعایت اور میل ملاپ کے مستحق نہیں' چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود ونصاریٰ کے ساتھ تعلق رکھا اور معاہدہ بھی کیا' مگر مدعیانِ نبوت اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کے ساتھ نہ صرف تعلقات کو ناجائز قرار دیا' بلکہ حضرت فیروز دیلمیؓ کے ذریعہ اسود عنسی کا کام تمام کرایا اور مسیلمہ کذاب کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ٹھکانے لگایا۔ اس لئے کہ دوسرے کافر اپنے کفر کا اعتراف کرتے ہیں اور اپنے آپ کو غیر مسلم اور مسلمانوں سے الگ قرار دیتے ہیں' جبکہ قادیانی اپنے عقائد پر ملمع سازی کرکے مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں اور ان ہر دو کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص خنزیر کا گوشت سور کا گوشت کہہ کر بیچتا ہے اور دوسرا خنزیر کے گوشت کو بکری کا گوشت کہہ کر بیچتا ہے' تو آپ ہی بتلائیں کہ خنزیر کے گوشت کو بکری کا گوشت کہہ کر بیچنے والا دھوکا باز ہے؟ اس سے مسلمان متاثر ہوں گے' لہٰذا اگر قادیانی بھی اپنے آپ کو یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح مسلمانوں سے الگ کاسٹ کیا کریں تو مسلمان ان سے تعرض نہیں کریں گے' لیکن جب تک وہ مسلمانوں کو دھوکا دیتے رہیں گے' مسلمان ان کی منافقت کو طشت ازبام کرتے رہیں گے۔

ہفت روزہ ختم نبوت

مجلس

مجلس ادارت

مولانا سعید احمد جلالپوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۲۹ — ۱۱ تا ۱۷ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق یکم تا ۷ جنوری ۲۰۱۰ء — شمارہ:۱

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا اللہ وسایا

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

پاکستان کے معاشی استحصال کے اسباب	۴	مولانا سعید احمد جلال پوری
جگر گوشۂ رسول حضرت حسینؓ کی شہادت	۶	مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ
بعثت نبوی اور قیامت کے درمیان اتصال	۸	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
قادیانیوں کے حقوق کا نہیں بلکہ حقوق کے تحفظ کا مسئلہ	۱۳	مولانا زاہد الراشدی
ملاقات اور مجلس کے آداب	۱۶	مولانا مجیب الرحمٰن انور
مرزا قادیانی... انگریزی اقتدار کا محافظ	۱۸	ڈاکٹر قاضی اختر حسین قریشی
اسلامی کیلنڈر کی ضرورت واہمیت (۲)	۲۲	حافظ سید عزیز الرحمٰن
ختم نبوت اور رد قادیانیت کورس	۲۶	رپورٹ: ابراہیم حسین

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:2780337, 4234476 Fax:2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road Multan
Ph:4583486-4514122 Fax:4542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

پاکستان کے معاشی استحصال کے اسباب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

گزشتہ دنوں پاکستان کی عدالت عالیہ اور سپریم کورٹ کی سترہ رکنی طویل بنچ نے متفقہ طور پر این آر او کے خلاف ایک تاریخی فیصلہ دیتے ہوئے قرار دیا کہ پاکستان کے گزشتہ اور موجودہ ”بڑوں“ نے کرپشن، منی لانڈرنگ، قتل و غارت اور ٹارگٹ کلنگ جیسے جرائم کے علاوہ پاکستانی خزانہ کی اربوں اور کھربوں کی جو رقم بطور قرض لے کر معاف کرائی تھی اور اپنے ان اقدامات کو این آر او کے قانون سے تحفظ دلایا تھا اور ان کے خلاف اندرون و بیرون ملک مقدمات قائم تھے، مگر این آر او کی برکت سے وہ سب کالعدم اور ملک و قوم کو نقصان پہنچانے والے پاک وصاف ہوگئے تھے، ان کے خلاف ازسرنو پھر سے مقدمات چلا کر نہ صرف ان ”غریبوں“ سے قومی خزانہ کی لوٹی ہوئی رقم واپس کی جائے اور ان کے ان گھناؤنے جرائم کی انہیں قرار واقعی سزا دی جائے۔

یہ فیصلہ کس قدر موثر ثابت ہوتا ہے؟ اور اس پر عمل درآمد ہوتا ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ مظلوموں کی اشک شوئی اور ملکی خزانہ کی ہضم شدہ رقم واپس ہوتی ہے یا نہیں؟ یہ تو آنے والا وقت بتلائے گا، تاہم آج کل اخبارات کے صفحات این آر او کی خبروں سے بھرے ہوئے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ملک میں اس کے علاوہ کوئی دوسری خبر ہی نہیں ہے۔

نیز این آر او زدگان کی طویل فہرست اور اس سے استفادہ کرنیوالے ”بڑوں“ کے نام پڑھ پڑھ کر کسی کو شرم آئے یا نہ آئے، سچی بات یہ ہے کہ میرے جیسے کمزور اعصاب کے پاکستانی شہری کا سر تو مارے شرم کے جھکا جارہا ہے اور عرق ندامت میں ڈوبا جارہا ہے اور رہ رہ کر خیال آرہا ہے کہ یقیناً یہ خبریں ہمارے اور ملک وقوم کے دشمن بھی پڑھتے ہوں گے؟ جب ہمارے دشمن یہ خبریں پڑھتے ہوں گے تو ان کا ہمارے بارے میں کیا تاثر قائم ہوتا ہوگا؟ اور وہ ملک وقوم سے ہماری خیر خواہی کے بارہ میں کیا سوچتے ہوں گے؟

خاکم بدہن کیا وہ یہ نہیں کہتے ہوں گے کہ پاکستان کے بڑے اور چھوٹے سب چور، ڈاکو، قاتل اور مفاد پرست ہیں، چنانچہ وہ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر قتل و غارت گری، کرپشن، ٹارگٹ کلنگ حتیٰ کہ ملکی خزانہ کو لوٹنے اور اس پر ہاتھ صاف کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے؟ بتلایا جائے اس سے ہماری قومی اور ملی غیرت خاک میں نہیں مل جاتی؟ کیا اس تاثر کے بعد ہم دنیا بھر میں بحیثیت پاکستانی منہ دکھانے کے قابل رہ جاتے ہیں؟

تاہم این آر او زدگان کی فہرست اور اس فیصلہ سے ایک بات بہرحال واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان روز بروز معاشی ابتری کے گہرے غاروں اور بدترین دلدل میں کیوں دھنستا جارہا ہے؟ جبکہ اس کے مقابلہ میں اس کے ساتھ آزاد ہونے والا پڑوسی ملک انڈیا آج معاشی اعتبار سے بین الاقوامی برادری

کے ساتھ کندھا ملانے کی پوزیشن میں ہے، اس کی برآمدات نے بین الاقوامی مارکیٹ میں اپنا ایک مقام بنالیا ہے اور وہ صنعتی اعتبار سے چاپانا اور جاپان سے کسی اعتبار سے پیچھے نہیں؟ اور اس کی کرنسی اس قدر مضبوط ہے کہ اس کا ایک روپیہ پاکستانی پونے دو روپے کے برابر ہے، آخر کیوں؟ صرف اس لئے کہ اس کے چھوٹے سے لے کر بڑوں تک سب ہی اپنے ملک وقوم کے مفاد کو مقدم رکھتے ہیں، چنانچہ اخبارات کی یہ خبر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اس کے وزیراعظم منموہن سنگھ کی بیٹی اپنی سہیلی کو فیکس اس لئے نہیں کرسکتی کہ اس کے باپ نے اپنے گھر والوں کو یہ کہہ کر اس کے استعمال سے منع کیا کہ یہ ہماری ذاتی نہیں بلکہ سرکار کی ملکیت ہے لہٰذا اس کو ذاتی استعمال میں لانا ملکی مفاد کے خلاف ہے۔

دوسری جانب ہمارا یہ حال ہے کہ ہم اربوں کے قرضے لیتے ہیں اور ان کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر جاتے ہیں اور این آر او کی ”برکت“ سے اپنے اس اقدام کو قانونی جواز کی چھتری بھی مہیا کرتے ہیں۔

اسی طرح ہم سے ۲۳ سال بعد میں الگ ہونے والے بنگلہ دیش کے معاشی استحکام کی وجہ بھی اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ بنگالی بحیثیت قوم اپنے ملک و قوم کے مفادات کے محافظ ہیں اور ہم بحیثیت پاکستانی اپنی قوم و ملک کے بدخواہ ہیں، اگر ایسا نہیں تو بتلایا جائے کہ پاکستان میں کس چیز کی کمی ہے؟ اور پاکستان روز بروز کیوں بدحالی کی طرف بڑھ رہا ہے؟

اب بھی وقت ہے کہ پاکستان کو بچانے کی سعی وکوشش کی جائے لہٰذا ملک وقوم کی خیرخواہی کا تقاضا ہے کہ ایسی کالی بھیڑوں کا تعاقب کر کے ان سے لوٹی ہوئی رقم واپس لی جائے اور آئندہ کے لئے ایسے غداروں کی راہ روکی جائے اور ان کو ملکی خزانہ لوٹنے سے باز رکھا جائے۔

اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قیام پاکستان سے آج تک کی بیوروکریسی نے عوام اور مسلمانوں کو دین، ارباب دین، علما اور طلباء، مولویوں سے بدظن کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، چنانچہ اب تو باقاعدہ ایسا ایک طبقہ وجود میں آچکا ہے، جن کا کام ہی ملا و مولویوں کو منہ بھر کر گالیاں دینا ہے، یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ نظری وبصری میڈیا میں بیٹھ کر دین دار طبقہ کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں اور انہیں ملک وقوم کا بدخواہ اور قومی خزانہ اور ملکی معیشت پر بوجھ اور ملکی بدحالی کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ ایسے تمام حضرات یا جوان کے اس غلیظ پروپیگنڈا سے متاثر ہیں ان سے درخواست ہے کہ وہ این آر او زدگان کی یہ طویل ترین فہرست پڑھ کر دیکھیں کہ اس میں کہیں کوئی ملا، مولوی تو نہیں؟ اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں تو آج سے ان کو اپنی اس روش سے توبہ کرلینا چاہئے ورنہ اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہے، آج ان کا پردہ کھلا ہے کل تمہارا بھی کھل جائے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کی قربانی

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے شوق میں مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے لگے تو مشرکین مکہ نے انہیں گھیر لیا اور کہا: جب تم مکہ میں آئے تھے تو تمہارے پاس کچھ نہ تھا، سارا کچھ ادھر سے کمایا ہے، لہٰذا مال وزر اور متاع ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ حضرت صہیبؓ نے کہا: اگر یہ چھوڑ کر چلا جاؤں اور تمہیں دے دوں تو مجھے جانے کی اجازت ہوگی؟ مشرکین نے کہا کہ: بالکل جاسکو گے، چنانچہ سارا کچھ چھوڑ دیا اور رحمت دو عالم کی زیارت وصحبت کو ترجیح دیتے ہوئے مدینہ تشریف لے گئے اور آپ کو خود سارا واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا: صہیبؓ! تم نے سب کچھ قربان کر کے بھی اس سودے میں نفع کمایا ہے۔

جگر گوشۂ رسول

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ

....روایات حدیث میں اس تاریخ (یوم عاشورا) کی بہت سی فضیلتیں اور برکتیں منقول ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خدا نے شروع ہی سے اس تاریخ کو اپنے فضل و انعام کے لئے چن لیا ہے۔ دوسرے واقعات سے قطع نظر کرکے، اس تاریخ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ فرعون جو مصر کا مشہور ظالم و جابر فرمانروا گزرا ہے، اسی تاریخ کو مع اپنے حاکمانہ شوکت ودبدبہ کے ہلاک وتباہ ہوا اور ایک مظلوم ومحکوم قوم، بنی اسرائیل نے اسی تاریخ کو اس کے پنجۂ غضب سے رہائی پاکر آزادی کی سانس لی۔ چنانچہ قوم یہود، ہزاروں سال بعد تک اپنے اس یوم آزادی کی یادگار میں اس روز طرح طرح کی خوشیاں مناتی رہی۔

کئی ہزار سال بعد ٹھیک اسی تاریخ کو دشت کربلا میں وہ واقعۂ خونیں پیش آیا جو تاریخ کی یاد سے شاید کبھی محو نہ ہوسکے۔ ایک ظالم وجابر، فاسق و فاجر بادشاہ، سرور کائنات کی مسند خلافت پر قابض ہوگیا تھا اور سب کو اپنی بیعت و اطاعت پر مجبور کررہا تھا، اللہ کے ایک نیک و برگزیدہ بندہ حسینؓ بن علیؓ نے اس کی بیعت سے انکار کیا، اس نے ایک لشکر جرار بھیج کر امام کو مع ان کے چند رفقا کے دشت کربلا میں گھیرلیا، اور شقاوت و بے دردی، سنگ دلی و بے رحمی کے جملہ لوازم کے ساتھ انہیں تہ تیغ کرڈالا۔ حسینؓ نے جان دے دینا گوارا کی لیکن ظالم حکومت کو تسلیم کرنا گوارا نہ کیا، اپنا سر تن سے جدا کیا جانا قبول کرلیا، لیکن غیر خدائی قوت کے آگے اسے جھکانا قبول نہ کیا، حق و باطل، آزادی وغلامی، خلافت یزدانی وخلافت شیطانی کے درمیان معرکہ آرائی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ۱۰ محرم الحرام کو پیش آئی تھی ٹھیک اسی طرح امام حسینؓ کو ۱۰ محرم الحرام کو پیش آئی، پہلی صورت میں حق کی کامیابی سب کو نظر آئی تھی، دوسری صورت میں ظاہری وفوری ناکامی رہی۔ تاریخ عاشورا دونوں صورت میں مشترک رہی۔

کتب حدیث (خصوصاً صحاح ستہ) میں متعدد روایات اس مضمون کی موجود ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عاشورا کو روزہ رکھا کرتے تھے، اور اس کی اہمیت برابر ملحوظ رکھتے تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے ہیں تو لوگوں نے عرض کیا کہ یہ یہود کے روزہ کا دن ہے اور اس کی وجہ بیان کی، یعنی فرعون کی غرقابی اور موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی و فتح مندی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ موسیٰ" کا حق تو ہم مسلمانوں پر کہیں زائد ہے (یعنی موسوی تو مسلمان ہیں نہ کہ یہود) اور یہ فرماکر خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں سے بھی روزہ رکھوایا، گویا ایک ظالم حکومت کے پنجہ سے ایک مظلوم قوم کی رہائی وآزادی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ایسی خفیف وغیر اہم شے نہ تھی، جس کی یاد آپ مٹ جانے دیتے، بلکہ آپ نے خود بھی اس مقدس دن کی مقدس یادگار کو برقرار رکھنا ضروری خیال فرمایا۔

ذوالحجہ کی دسویں تاریخ خلیل اللہ علیہ السلام کی مقبولیت کی یادگار ہے، محرم کی دسویں تاریخ کلیم اللہ علیہ السلام کی برگزیدگی کی یادگار ہے، عیدالاضحیٰ جانوروں کی قربانی کا دن ہے، عاشورا انسانی قربانی کی تاریخ ہے، ۱۰ ذوالحجہ کو خدا کے دوست نے مینڈھا خدا کی راہ میں قربان کیا تھا، ۱۰ محرم الحرام کو رسول خدا کے نواسے نے اپنی جان خدا کی راہ میں قربان کردی، ہم قربانی کے جانور ذبح کرکے سنت ابراہیمی کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں، چاہئے کہ ماہ محرم میں خود اپنی جانیں راہ حق میں پیش کرکے سنت حسینی کو بھی زندہ رکھیں۔ رسول خدا جو صوم عاشورا کی اس قدر تاکید واہتمام فرماتے تھے سو اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اپنے نفس کی خواہشوں کو اللہ کی راہ میں قربان کیا جائے، اس لئے کہ روزہ شریعت اسلامی کی اصطلاح میں بجز اس کے کوئی معنی نہیں رکھتا کہ نفس کی خواہشوں کو اللہ کی راہ میں مغلوب اور قربان کیا جائے۔

عبرت اور صد ہزار عبرت کا مقام ہے کہ جو دن روزہ اور عبادت کے لئے مخصوص ہونا چاہئے تھا، اس کو ہم نے لہو ولعب، کھیل کود، باجہ اور جلوس کے لئے مخصوص کررکھا ہے۔ امام حسینؓ نے شہادت کی رات اور وقت شہادت تک کا دن، یاد الٰہی میں گزارا تھا، ہمارے نادان بھائی یہ سارا

وقت فضول خرچی اور نمائش کی نذر کرتے ہیں۔

امام مظلوم مع اپنے سارے خاندان کے بھوکے اور پیاسے دنیا سے رخصت ہوئے تھے ہم عین اسی روز طرح طرح کے حلوے اور ملیدے، شربت اور مصالحہ سے اپنے حلق و دہن کی ضیافت کرتے رہتے ہیں۔ شہید کربلا نے غیر اللہ کے سامنے سر جھکانا حرام سمجھا، ہم اس کی یادگاریوں قائم کرتے ہیں کہ سارا وقت تعزیوں کے آگے جھکے رہتے ہیں، اللہ کے اس پاک و پاکیزہ بندہ کے دل میں یہ لگی ہوئی تھی کہ بجز خدا کے کسی کی غلامی باقی نہ رہنے پائے، ہم وہ سارا وقت اپنے نفس کی غلامی میں صرف کرتے ہیں اور پھر یہ سمجھتے ہیں کہ ان طریقوں سے ہم امام حسینؓ کی روح مبارک خوش کررہے ہیں اور ان سے نزدیک تر ہوتے جاتے ہیں۔

نقلاً یہ روز مبارک ہمیں روزہ عبادت کے لئے مخصوص رکھنا چاہئے جیسا کہ سرور کائنات کا طرز عمل تھا، عقلاً ہمیں اس روز موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام وحسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا کے نقش قدم پر چلنے کی اور زائد کوشش کرنی چاہئے، یعنی نتائج سے بالکل بے پرواہوکر حق کی حمایت، آزادی کی طلب، خود مختاری کی کوشش، باطل سے گریز غلامیں سے نفرت، مادی حکومتوں سے بے خوفی، برداشت مصائب کے لئے جرأت تحمل شدائد کے لئے ہمت اور اللہ سے خلوص و اخلاص کی توفیق خواہی، ہندوستان کا رواجی محرم اور رواجی عاشورا ایسی چیزیں ہیں جن کی تائید نہ عقل سے ہوتی ہے نہ نقل سے، بلکہ جو رسمیں اس روز ادا کی جاتی ہیں قرآن وحدیث سے تقریباً ان سب کی تردید ہی نکلتی ہے۔

﴿ربنا اهد قومی فانهم لایعلمون﴾

واعظ حکمت

حضرت سیّد احمد کبیر رفائی الحسینی قدس سرہ

اخلاق رذیلہ سے بچنے اور خوف وامید ساتھ رکھنے کی تاکید:

میں تم کو چند اوصاف اور اخلاق سے ڈراتا ہوں، خبردار! ان میں کسی کو اپنے اندر جگہ نہ دینا چونکہ یہ زہر قاتل ہیں، میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور ان خصلتوں سے دور رہنے کی سخت تاکید کرتا ہوں:

۱:...ایک حسد ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے۔

۲:...دوسرے تکبر ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھے۔

۳:... تیسرے جھوٹ ہے، جس کی حقیقت خلاف واقعہ بات گھڑنا اور ایسی فضول بیہودہ بات کہنا ہے، جس میں کسی قسم کا نفع نہ ہو۔

۴:...چوتھے غیبت ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کا ایسا عیب (پیچھے) بیان کیا جائے، جو بشریت کی بنا پر اس میں ہے۔

۵:...پانچویں حرص ہے، جس کی حقیقت دنیا سے جی نہ بھرنا ہے۔

۶:...چھٹے غضب (غصہ) ہے، جس کی حقیقت خون کا جوش میں آنا ہے بدلہ لینے کے ارادہ سے۔

۷:...ساتویں ریا ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی حاصل کرنا چاہے کہ دوسرے اس کے (اعمال) کو دیکھ رہے ہیں۔

۸:... آٹھویں ظلم ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی پیروی کرے اور اس کی ہر خواہش میں (کہ جو دل میں آیا کر گزرا، چاہے اپنے کو یا کسی کو تکلیف پہنچے یا نقصان)۔

خوف اور امید ساتھ رکھنے کی تاکید:

نیز میں تم سے یہ بھی کہتا ہوں کہ ہمیشہ خوف اور امید کے درمیان رہو۔ خوف کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کو پیش نظر کرکے اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

اور امید یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے) اچھے وعدے کو (یاد کرنے) سے دل میں (سکون و راحت) پیدا ہو۔

ریاضت کے ذریعہ روح کی صفائی کا ہمیشہ خیال رکھو اور ریاضت کی حقیقت یہ ہے کہ حالت مذمومہ (بری عادت وخصلت) کو حالات محمودہ (اچھی عادت وخصلت) سے بدلا جائے۔

(البنیان المشید ترجمہ مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ)

موت کو یاد رکھنے کی تاکید:

خبردار! موت کو نہ بھولنا، کیونکہ بھول غفلت سے پیدا ہوتی ہے اور غفلت اللہ تعالیٰ کو کم یاد کرنے سے اور ذکر اللہ کی ایمان کی کمی سے ہوتی ہے اور قلت ایمان کی جہل ہے اور جہل گمراہی ہے۔

شریعت کی پابندی اختیار کرو ظاہری احکام میں بھی اور باطنی احکام میں بھی اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دینے سے بچاؤ اور وقت سے پہلے تیاری کرلو۔

☆☆..........☆☆

بعثت نبوی اور قیامت کے درمیان اتصال

مولانا اللہ وسایا

قرآن مجید میں ذات باری تعالیٰ کے متعلق ''رب العالمین'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے ''رحمۃ اللعالمین'' قرآن مجید کے لئے ''ذکر للعالمین'' اور بیت اللہ شریف کے لئے ''ہدیٰ للعالمین'' فرمایا گیا ہے۔ اس سے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی آفاقیت و عالمگیریت ثابت ہوتی ہے، وہاں آپ کے وصفِ ختم نبوت کا اختصاص بھی آپ کی ذات اقدس کے لئے ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ پہلے تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے علاقہ، مخصوص قوم اور مخصوص وقت کے لئے تشریف لائے، جب آپ تشریف لائے تو حق تعالیٰ نے کل کائنات کو آپ کی نبوت و رسالت کے لئے ایک اکائی (ون یونٹ) بنادیا۔

جس طرح کل کائنات کے لئے اللہ تعالیٰ ''رب'' ہیں، اسی طرح کل کائنات کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ''نبی'' ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے جن چھ خصوصیات کا ذکر فرمایا، ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

''ارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون''

''میں تمام مخلوق کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کردیا گیا۔'' (مشکوٰۃ ۵۱۲، فضائل سید المرسلین، مسلم ۱/۱۹۹، کتاب المساجد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کی امت آخری امت ہے، آپ کا قبلہ آخری قبلہ (بیت اللہ شریف) ہے، آپ پر نازل شدہ کتاب آخری آسمانی کتاب ہے، یہ سب آپ کی ذات کے ساتھ منصب ختم نبوت کے اختصاص کے تقاضے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے پورے کردیے، چنانچہ قرآن مجید کو ذکر للعالمین اور بیت اللہ شریف کو ہدیٰ للعالمین کا اعزاز بھی آپ کی ختم نبوت کے صدقے میں ملا، آپ کی امت آخری امت قرار پائی جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

''انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم۔'' (ابن ماجہ: ۲۹۷)

ترجمہ: ''میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔''

حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب خصائص الکبریٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا، آپ ہی کی خصوصیت قرار دیا ہے۔

اسی طرح امام العصر سید محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

''وخاتم بودن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازمیان انبیاء از بعض خصائص و کمالات مخصوصہ کمال ذاتی خود است۔''

ترجمہ: ''اور انبیاء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا، آپ کے مخصوص فضائل و کمالات میں سے خود آپ کا اپنا ذاتی کمال ہے۔'' (خاتم النبیین: ۱۸۷)

ختم نبوت سے متعلق آیات

سورۂ احزاب کی آیت ۴۰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا واضح اعلان ہے، اس کے علاوہ چند دوسری آیات ملاحظہ ہوں:

''اور وہی ذات ہے کہ جس نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام ادیان پر بلند اور غالب کرے۔'' (التوبہ: ۳۳)

غلبہ اور بلند کرنے کی یہ صورت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نبوت اور وحی پر مستقل طور پر ایمان لانے اور اس پر عمل کرنے کو فرض کیا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوتوں اور وحیوں پر ایمان لانے کو اس کے تابع کردیا ہے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ آپ کی بعثت سب انبیاء کرام علیہم السلام سے آخر ہو اور آپ پر ایمان لانا سب نبیوں پر ایمان لانے کو مشتمل ہو۔ بالفرض اگر آپ کے بعد کوئی نبی باعتبار نبوت مبعوث ہو تو اس کی نبوت پر اور اس کی وحی پر ایمان لانا فرض ہوگا، جو دین کا اعلیٰ رکن ہوگا، تو اس صورت میں تمام ادیان پر غلبہ مقصود نہیں ہوسکتا، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانا اور آپ کی وحی پر ایمان لانا مغلوب ہوگا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی وحی پر ایمان رکھتے ہوئے بھی اگر اس نبی اور اس کی وحی پر ایمان نہ لایا تو نجات نہ ہوگی، کافروں میں شمار ہوگا، کیونکہ صاحب الزماں رسول یہی ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب الزماں رسول نہ رہیں گے۔ (معاذ اللہ)

سورۂ آل عمران کی آیت ۸ میں ارشاد ہے:

"جب اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا کہ جب کبھی میں تم کو کتاب اور نبوت دوں، پھر تمہارے پاس ایک وہ رسول آجائے جو تمہاری کتابوں اور وحیوں کی تصدیق کرنے والا ہوگا (اگر تم اس کا زمانہ پاؤ) تو تم سب ضرور ضرور اس رسول اللہ پر ایمان لانا اور ان کی مدد فرض سمجھنا۔"

اس سے بکمال وضاحت ظاہر ہے کہ اس رسول مصدق کی بعثت سب نبیوں کے آخر میں ہوگی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس آیت کریمہ میں دو لفظ غور طلب ہیں: ایک تو میثاق النبیین، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عہد تمام دیگر انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا، دوسرا "ثم جاء کم" لفظ ثم تراخی کے لئے آتا ہے، یعنی اس کے بعد جو بات مذکور ہے وہ بعد میں ہوگی اور درمیان میں زمانی فاصلہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سب سے آخر میں اور کچھ عرصہ کے وقفہ سے ہوگی، اس لئے آپ کی آمد سے پہلے کا زمانہ زمانہ فترت کہلاتا ہے۔

"قد جاء کم رسولنا یبین لکم علی فترة من الرسل۔" (المائدہ:۱۹)

رسولوں کی بعثت میں وقفے کے زمانے کے بعد اب ہمارا رسول تمہارے پاس آچکا، جو کھول کھول کر دلائل بیان کرتا ہے۔

"وما ارسلنک الا کافة للناس بشیراً و نذیراً۔" (السبا:۲۸)

ترجمہ: "ہم نے تم کو تمام دنیا کے انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔"

"قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔"

ترجمہ: "فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔"

یہ دونوں آیات صاف اعلان کر رہی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر استثنا تمام انسانوں کی طرف رسول ہو کر تشریف لائے ہیں، جیسا کہ خود آپ نے فرمایا:

"انا رسول من ادرکت حیا ومن یولد بعدی۔" (کنز العمال:۳۱۸۸۵)

ترجمہ: "میں اس کے لئے بھی اللہ کا رسول ہوں جس کو اس کی زندگی میں پالوں اور اس کے لئے بھی جو میرے بعد پیدا ہوا۔"

پس ان آیات سے واضح ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا، تو قیامت تک آپ ہی صاحب الزماں رسول ہیں۔

بالفرض اگر آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہوتو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافۃ للناس کی طرف اللہ تعالیٰ کے صاحب الزماں رسول نہیں ہوسکتے، بلکہ براہ راست مستقل طور پر اس نبی پر اور اس کی وحی پر ایمان لانا اور اس کو اپنی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا اعتقاد کرنا فرض ہوگا ورنہ نجات ممکن نہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور وحی پر ایمان لانا اس کے ضمن میں داخل ہوگا۔ (معاذ اللہ)

"وما ارسلنک الا رحمة للعالمین۔" (الانبیاء:۱۰۷)

ترجمہ: "میں نے تم کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا تمام جہان والوں کو نجات کے لئے کافی ہے، پس اگر بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہوتو آپ کی امت کو اس پر اور اس کی وحی پر ایمان فرض ہوگا اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کامل رکھتے ہوئے بھی اس کی نبوت اور اس کی وحی پر ایمان نہ لاوے تو نجات نہ ہوگی اور یہ رحمۃ للعالمینی کے منافی ہے کہ اب آپ پر مستقلاً ایمان لانا کافی نہیں، آپ صاحب الزماں رسول نہیں رہے۔ (معاذ اللہ)

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔" (المائدہ:۳)

ترجمہ: "آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔"

یوں تو ہر نبی اپنے اپنے زمانہ کے مطابق دینی احکام لاتے رہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل زمانہ کے حالات اور تقاضے تغیر پذیر تھے، اس لئے تمام نبی اپنے بعد آنے والے نبی کی خوشخبری دیتے رہے، یہاں تک کہ آپ مبعوث ہوئے، آپ پر نزول وحی کے اختتام سے یہ دین پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، تو آپ کی نبوت اور وحی پر ایمان لانا تمام نبیوں کی نبوتوں اور ان کی وحیوں پر ایمان لانے پر مشتمل ہے، اسی لئے اس کے بعد واتممت علیکم نعمتی فرمایا: علیکم یعنی نعمت نبوت کو میں نے تم پر تمام کردیا۔ لہٰذا دین کے اکمال اور نعمت نبوت کے اتمام کے بعد نہ تو کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ سلسلۂ وحی جاری رہ سکتا ہے، اسی وجہ سے ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ: اے امیر المؤمنین! قرآن کی یہ آیت اگر ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے۔ (رواہ البخاری) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اکیاسی دن زندہ رہے۔ (معارف القرآن:۳/۴۱)

اور اس کے نزول کے بعد کوئی حکم حلال وحرام نازل

نہیں ہوا، آپ آخری نبی اور آپ پر نازل شدہ کتاب کامل و مکمل آخری کتاب ہے۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کتاب پر جس کو اپنے رسول پر نازل کیا ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل کی گئیں۔''

یہ آیت بڑی وضاحت سے ثابت کر رہی ہے کہ ہم کو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی وحی اور آپ سے پہلے انبیا اور ان کی وحیوں پر ایمان لانے کا حکم ہے۔

اگر بالفرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی عہدۂ نبوت پر مشرف کیا جاتا تو ضرور تھا کہ قرآن کریم اس کی نبوت اور وحی پر ایمان لانے کی بھی تاکید فرماتا، معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔

سورۂ بقرہ کی آیت ۴، ۵ میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''جو ایمان لاتے ہیں اس وحی پر جو آپ پر نازل کی گئی اور اس وحی پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئی اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ خدا کی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (البقرہ:۴، ۵)

سورۂ نساء کی آیت ۶۲ میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''لیکن ان میں سے راسخ فی العلم اور ایمان لانے والے لوگ ایمان لاتے ہیں، اس پر جو آپ پر نازل ہوئی اور جو آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی۔''

یہ دونوں آیات ختم نبوت کا صاف طور سے اعلان کر رہی ہیں، بلکہ قرآن شریف میں سینکڑوں جگہ اس قسم کی آیات ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ پر نازل شدہ وحی کے ساتھ آپ سے پہلے کے نبیوں کی نبوت اور ان کی وحی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی وحی پر ایمان لانے کو کافی اور مدار نجات فرمایا ہے۔

سورۂ حجر: ۹ میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''تحقیق ہم نے قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔''

خداوند عالم نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ ہم خود قرآن کریم کی حفاظت فرمائیں گے یعنی محرفین کی تحریف سے اس کو بچائے رکھیں گے، قیامت تک کوئی شخص اس میں ایک حرف اور ایک نقطہ کی بھی کمی زیادتی نہیں کر سکتا اور نیز اس کے احکام کو بھی قائم اور برقرار رکھیں گے۔ اس کے بعد کوئی شریعت نہیں جو اس کو منسوخ کر دے، غرض قرآن کریم کے الفاظ اور معانی دونوں کے حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔

تنبیہ:

یہ آیات بطور اختصار کے ختم نبوت کے ثبوت اور تائید میں پیش کر دی گئیں ورنہ قرآن کریم میں سو آیات ختم نبوت پر واضح طور پر دلالت کرنے والی موجود ہیں۔

ختم نبوت سے متعلق احادیث مبارکہ

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے بہت ہی حسین وجمیل محل بنایا مگر اس کے کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کے گرد گھومنے اور اس پر عش عش کرنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہ لگا دی گئی؟ آپ نے فرمایا: میں وہی (کونے کی آخری) اینٹ ہوں اور میں نبیوں (کے سلسلے) کو ختم کرنے والا ہوں۔'' (صحیح بخاری، کتاب المناقب ۱/۵۰۱، صحیح مسلم ۲/۲۴۸ واللفظ لہ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چھ چیزوں میں انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت دی گئی: (۱) مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے، (۲) رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی، (۳) مال غنیمت میرے لئے حلال کر دیا گیا ہے، (۴) روئے زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک کرنے والی چیز بنا دیا گیا ہے، (۵) مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، (۶) اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔''

اس مضمون کی ایک حدیث صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، اس کے آخر میں ہے:

''پہلے انبیاء کو خاص ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔'' (مشکوٰۃ: ۵۱۲)

☆...... سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا:

''تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون کو موسیٰ علیہما السلام سے تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے:

''میرے بعد نبوت نہیں۔''

(بخاری: ۲/۶۳۳، صحیح مسلم: ۲/۲۷۸)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی تصنیف ”ازالۃ الخفا میں مآثر علیؓ“ کے تحت لکھتے ہیں:

متواتر احادیث میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون کو موسیٰ علیہما السلام سے تھی۔“ (مترجم:۲/۴۴۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

”بنی اسرائیل کی قیادت خود ان کے انبیاء کرام علیہم السلام کیا کرتے تھے، جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اس کی جگہ دوسرا نبی آتا تھا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفا ہوں گے اور بہت ہوں گے۔“

تنبیہ:

بنی اسرائیل میں غیر تشریعی انبیاء آتے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی تجدید کرتے تھے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے انبیاء کی آمد بھی بند ہے۔ (صحیح بخاری:۱/۴۹۱، واللفظ لہ مسلم:۲/۱۲۶، مسند احمد:۲/۲۹۷)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

”میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں۔“

(ابوداؤد:۲/۱۲۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”رسالت و نبوت ختم ہو چکی ہے، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔“ (ترمذی:۲/۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ہم سب کے بعد آئے اور قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے، صرف اتنا ہوا کہ ان کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی۔“ (صحیح بخاری:۱/۱۲۰)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔“

(ترمذی:۲/۲۰۹)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا:

”میرے چند نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی (مٹانے والا) ہوں کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائیں گے اور میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب (سب کے بعد آنے والا) ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اسمائے گرامی آپؐ کے خاتم النبیین ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اول ”الحاشر“ حافظ ابن حجر فتح الباری میں اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ اس طرف اشارہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی اور کوئی شریعت نہیں... چونکہ آپؐ کی امت کے بعد کوئی امت نہیں اور چونکہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں، اس لئے حشر کو آپؐ کی طرف منسوب کر دیا گیا، کیونکہ آپؐ کی تشریف آوری کے بعد حشر ہوگا۔“

دوسرا اسم گرامی: ”العاقب“ جس کی تفسیر خود حدیث میں موجود ہے: ”الذی لیس بعدہ نبی“... آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں...“

متعدد احادیث میں یہ مضمون آیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ”بعثت انا والساعۃ کھاتین“... مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی طرح بھیجا گیا ہے... (مسلم:۲/۴۰۶)

ان احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قیامت کے درمیان اتصال کا ذکر کیا گیا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری قرب قیامت کی علامت ہے اور اب قیامت تک آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں، چنانچہ امام قرطبیؒ ”تذکرہ“ میں لکھتے ہیں:

”اور آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی طرح بھیجا گیا ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں، میرے بعد بس قیامت ہے جیسا کہ انگشت شہادت درمیانی انگلی کے متصل واقع ہے، دونوں کے درمیان اور کوئی انگلی نہیں... اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں...“

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ:۷۱۱)

علامہ سندھیؒ حاشیہ نسائی میں لکھتے ہیں:

”تشبیہ دونوں کے درمیان اتصال میں ہے (یعنی دونوں کے باہم ملے ہوئے

ہونے میں ہے) یعنی جس طرح ان دونوں کے درمیان کوئی اور انگلی نہیں، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں۔"

(حاشیہ علامہ سندھی برنسائی: ۲۳۳/۱)

ختم نبوت پر اجماع امت

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ "الاقتصاد" میں فرماتے ہیں:

"بے شک امت نے بالاجماع اس لفظ (خاتم النبیین) سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول، اور اس پر اجماع ہے کہ لفظ میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں اور اسکا منکر اجماع کا منکر ہوگا۔"

حضرت ملا علی قاریؒ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔"

(شرح فقہ اکبر: ۲۰۲)

علامہ ابن نجیم مصری جن کو ابو حنیفہ ثانی کہا جاتا ہے، فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ شخص ہرگز مسلمان نہیں، کیونکہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔" (الاشباہ والنظائر: ۹۱/۲)

ختم نبوت پر تواتر

حافظ ابن کثیرؒ آیت خاتم النبیین کے تحت لکھتے ہیں:

"اور ختم نبوت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں، جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت نے بیان فرمایا۔"

اور علامہ سید محمود آلوسیؒ "روح المعانی" میں زیر آیت ختم النبیین لکھتے ہیں:

"اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ایسی حقیقت ہے جس پر قرآن ناطق ہے، احادیث نبویہ نے جس کو واشگاف طور پر بیان فرمایا ہے اور امت نے جس پر اجماع کیا ہے، پس جو شخص اس کے خلاف کا مدعی ہو اس کو کافر قرار دیا جائے اور اگر وہ اس پر اصرار کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔"

پس عقیدہ ختم نبوت جس طرح قرآن کریم کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے اور ہر دور میں امت کا اس پر اجماع و اتفاق چلا آیا ہے۔

(ملخص از آئینہ قادیانیت) ☆☆

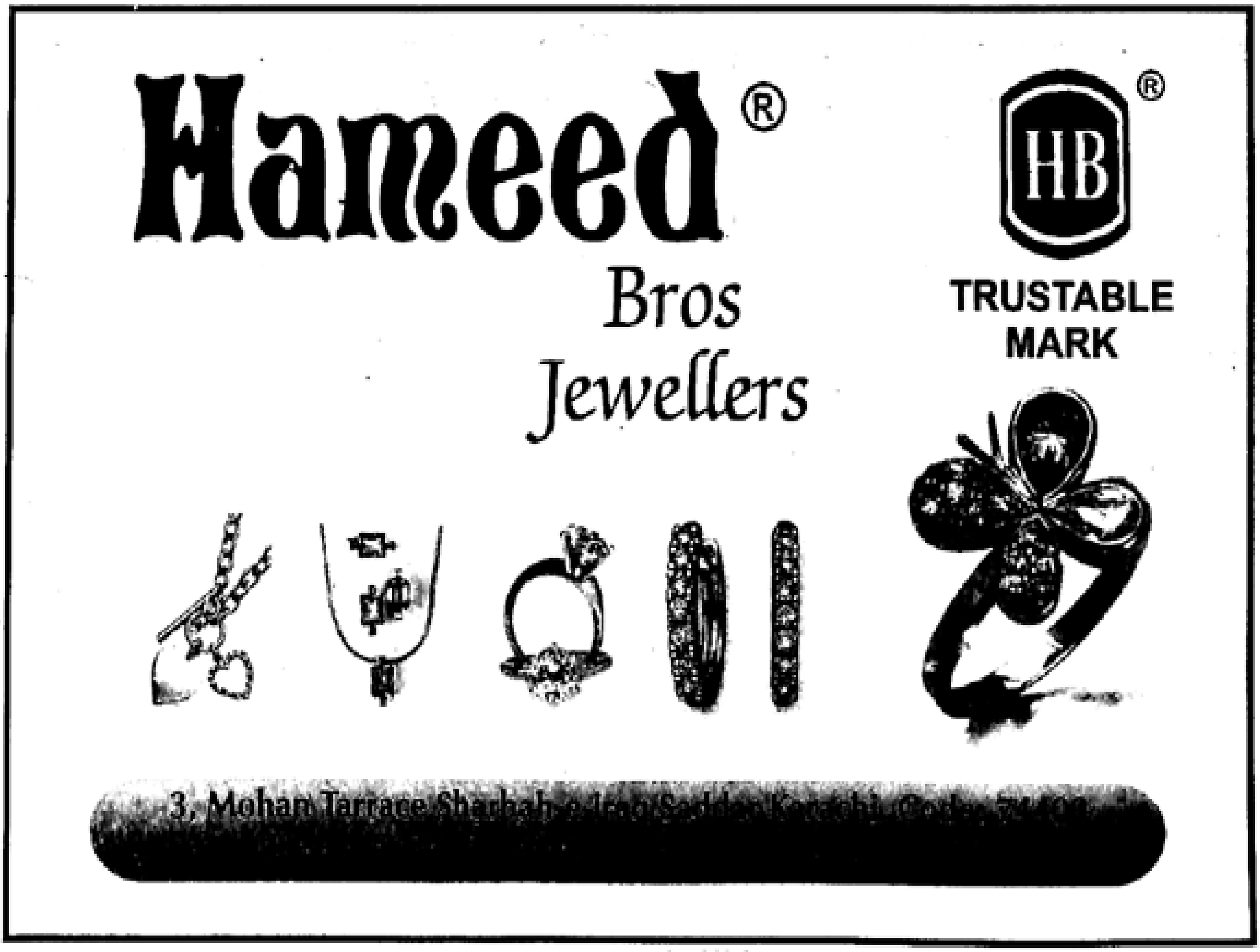

قادیانیوں کے حقوق کا نہیں بلکہ حقوق کے ٹائٹل کا مسئلہ

۱۵،۱۶/اکتوبر ۲۰۰۹ء کو چناب نگر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم کی زیر صدارت منعقد ہونے والی دوروزہ سالانہ ختم نبوت کانفرنس سے خطاب

مولانا زاہد الراشدی

حمد وصلوٰۃ کے بعد!

میرے لئے یہ سعادت کی بات ہے کہ تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے مقدس مقصد کے لئے منعقد ہونے والی اس کانفرنس میں شریک ہوں اور اس سے زیادہ خوشی کی بات ہے کہ تحریک ختم نبوت کے قافلہ کے سالار حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم کو کئی برسوں کے بعد اس اسٹیج پر دیکھ رہا ہوں اور ان کی زیارت کر رہا ہوں، وہ ہمارے بزرگ ہیں، مخدوم ہیں اور اس محاذ پر ہمارے قائد ہیں، ایک عرصہ سے صاحب فراش ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ سے نوازیں اور صحت و عافیت کے ساتھ ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھیں۔ آمین یارب العالمین۔

میں آج آپ حضرات کی وساطت سے جناب الطاف حسین (قائد ایم کیو ایم) اور جناب سلمان تاثیر (گورنر پنجاب) سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، جنہوں نے گزشتہ دنوں تحفظ ناموس رسالت کے قانون، قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے اور اسلام کے نام پر اپنے مذہب کی تبلیغ سے روکنے کے قوانین پر اعتراض کیا ہے اور ان قوانین کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

میری معلومات کے مطابق تحفظ ناموس رسالت اور امتناع قادیانیت کے قوانین کے بارے میں اس وقت اعلیٰ سطح پر لابنگ ہورہی ہے اور بین الاقوامی لابیاں حدود آرڈی نینس کی طرح ان دو قوانین کو ختم کرانے کے لئے بھی پوری طرح متحرک ہیں، پارلیمنٹ کی قائم کردہ خصوصی کمیٹی اس وقت ملک کے دستور کا عمومی جائزہ لے رہی ہے، اس پر شق وار غور کیا جارہا ہے اور ترامیم تجویز کی جارہی ہیں، گویا پورے دستور کی ''اوور ہالنگ'' ہونے جارہی ہے اور مختلف حلقوں کی طرف سے دستور میں متعدد ترامیم تجویز کی گئی ہیں، جن میں تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے قوانین کے ساتھ ساتھ قرارداد مقاصد کو دستور کا حصہ بنانے والی دفعہ اور دیگر اسلامی دفعات بھی شامل ہیں اور سیکولر حلقوں کی مسلسل کوشش ہے کہ دستور کی اسلامی دفعات کو دستور سے نکال دیا جائے یا کم از کم غیر مؤثر بنادیا جائے۔

میں ان میں سے دو مسئلوں یعنی تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا، ان قوانین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ انسانی حقوق کے منافی ہیں، امتیازی قوانین ہیں، ان کا استعمال غلط ہورہا ہے اور ان قوانین کو باہمی دشمنیوں اور انتقامی کارروائیوں کے لئے استعمال کیا جارہا ہے، اس لئے ان قوانین کو ختم کیا جانا چاہئے اور ہمارے دو اہم سیاسی راہنماؤں الطاف حسین اور سلمان تاثیر نے بھی اسی قسم کی باتیں کہی ہیں۔

جہاں تک انسانی حقوق کا تعلق ہے، میں آج تک نہیں سمجھ پایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء کرام علیہم السلام یا قرآن کریم یا مذہبی شعائر کی توہین کو جرم قرار دینے اور اس پر سزا مقرر کرنے کا انسانی حقوق کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے رسول، قرآن کریم یا مذہب کی توہین اب حقوق میں شامل ہوگئی ہے؟ کل تک تو یہ جرائم میں شمار ہوتی تھی، اب بھی ایک عام شخص کی توہین کو جرم سمجھا جاتا ہے، ملک کے کسی بھی شہری کی توہین قانوناً جرم ہے اور ہر شخص کو اپنی توہین پر عدالت سے رجوع کا حق حاصل ہے اور قانون اسے تحفظ فراہم کرتا ہے، میرا سوال یہ ہے کہ ایک عام شہری کی توہین تو قانوناً جرم ہے، کیا نعوذ باللہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین جرم نہیں؟ اور اگر ایک عام شہری کی بلاوجہ توہین پر سزا دی جاسکتی ہے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر سزا کیوں نہیں دی جاسکتی؟ دنیا کے ہر ملک کی طرح ہمارے ملک میں ایک قانون موجود ہے جسے ''ازالہ حیثیت عرفی'' کا قانون کہتے ہیں، میں اس معاشرے میں رہتا ہوں، میں ایک عرفی حیثیت اور اس سوسائٹی میں میرا ایک اسٹیٹس ہے جس کے تحفظ کا مجھے قانوناً حق حاصل ہے، کوئی شخص اگر میری اس عرفی حیثیت اور اسٹیٹس کو مجروح کرتا ہے تو مجھے حق ہے کہ میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں اور قانون اس بات کے لئے مجھے تحفظ فراہم کرتا ہے، میں تحفظ ناموس رسالت کے قانون کو انسانی حقوق کے منافی

قرار دینے والوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ میرے بھائی! آپ کی حیثیت عرفی تو ہے، میری بھی ایک حیثیت عرفی ہے جسے مجروح کرنے کا کسی کو کوئی حق حاصل نہیں ہے تو کیا نعوذ باللہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حیثیت عرفی نہیں ہے، جسے مجروح کرنا جرم ہو اور اس پر سزا دی جاسکے؟

آج کوئی شخص کسی پولیس مین کی وردی کی توہین کرے اس کے کندھے پر لگے ہوئی اسٹار کی توہین کرے تو یہ جرم ہے، کسی فوجی کی وردی کی توہین جرم ہے اور اس کے اسٹار کی توہین جرم ہے، قومی پرچم کی توہین جرم ہے، قائد اعظم کی توہین جرم ہے، قومی علامتوں کی توہین جرم ہے اور ان پر باقاعدہ سزائیں مقرر ہیں تو کیا قرآن کریم، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور اسلام کے مذہبی شعائر کی توہین نعوذ باللہ جرم نہیں ہے؟ اور ان پر کسی کو سزا دینا امتیازی قانون اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کیسے قرار پاجاتا ہے؟

میں اہل دانش کو سنجیدگی کے ساتھ اس بات پر غور کی دعوت دیتا ہوں۔

ان قوانین کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ ان کا عام طور پر غلط استعمال ہوتا ہے اور ان قوانین کے ذریعے مختلف گروہ اور طبقات ایک دوسرے کو ذلیل کرنے اور انتقام لینے کے لئے استعمال کرتے ہیں جبکہ توہین رسالت کی سزا موت ہے اور یہ سخت ترین سزا ہے، اس لئے اسے ختم ہونا چاہئے۔ میں ان دوستوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کسی قانون کا غلط استعمال اس کو ختم کرنے کی دلیل بن جاتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پاکستان میں کوئی قانون باقی نہیں رہنا چاہئے، اس لئے کہ ہمارے ہاں ہر قانون کا غلط استعمال ہوتا ہے، یہ ہمارا غلط معاشرتی رویہ ہے، جس کی اصلاح کے لئے معاشرتی اصلاح کی تحریک کی ضرورت ہے۔

ہمارے ہاں قتل کے جرم کی سزا بھی موت ہے اور اس کے لئے دفعہ ۳۰۲ کا قانون نافذ ہے میرا سوال یہ ہے کہ کیا ملک بھر میں موت کی سنگین سزا والے اس قانون کا غلط استعمال نہیں ہوتا؟ اس دفعہ کے تحت ملک بھر کے قانون میں درج مقدمات کا جائزہ لیا جائے تو اس کی صورت حال بھی یہ ہے کہ لوگ اسے انتقامی کارروائیوں کے لئے استعمال کرتے ہیں، اس میں غلط نام لکھوائے جاتے ہیں، مخالفین کو خواہ مخواہ ان میں پھنسا دیا جاتا ہے اور میرے اندازے کے مطابق اس دفعہ کا پچاس فیصد بھی صحیح استعمال نہیں ہو رہا تو موت کی سنگین سزا اور قانون کے غلط استعمال کا بہانہ بنا کر اس قانون کو ختم کر دیا جائے گا؟

میرا ان دوستوں سے سوال یہ ہے کہ پاکستان کے کون سے قانون کا غلط استعمال نہیں ہو رہا؟ اور قانون تو قانون ہے، کیا دستور کا غلط استعمال نہیں ہو رہا؟ غریب دستور کا حال تو یہ ہے کہ جس کا جی چاہتا ہے اس کی ٹانگ اور کان مروڑ دیتا ہے تو کیا پاکستان سے دستور اور تمام قوانین کی چھٹی کرا دی جائے گی؟

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے اور اسلام کے نام پر جھوٹے مذہب کی اشاعت سے روکنے کے قوانین کے بارے میں عام طور پر دو مغالطے پائے جاتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ الطاف حسین بھی انہی دو مغالطوں کا شکار ہیں، ایک یہ کہ قادیانی مسئلہ بھی مسلمانوں کے باہمی اختلافات کی طرح کوئی فرقہ وارانہ مسئلہ ہے اور دوسرا یہ کہ چلو وہ کافر ہی سہی مگر ان کے شہری حقوق تو ہیں اور مذہبی حقوق تو ہیں انہیں ان حقوق سے کیوں محروم رکھا جا رہا ہے؟

میں ان دونوں مغالطوں کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں، پہلی بات یہ کہ قادیانیوں کا مسئلہ مسلمانوں کے باہمی فرقوں کے اختلافات کی طرح کا نہیں ہے، مسلمانوں کے باہمی اختلافات بہت ہیں، مگر ان میں سے کوئی فرقہ کسی نئی وحی کی بات نہیں کرتا اور کسی نئے نبی کی بات نہیں کرتا اور کسی بھی مسئلہ میں اپنی آخری دلیل قرآن کریم سے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے پیش کرتا ہے جبکہ قادیانی گروہ نئی وحی کا قائل ہے اور نئے نبی کی بات کرتا ہے، ان کے نزدیک کسی بھی مسئلہ میں آخری دلیل اور اتھارٹی مرزا غلام احمد قادیانی ہے اور یہ مذاہب کا طے شدہ اصول ہے کہ وحی بدل جائے، نبی بدل جائے اور دلیل کی آخری اتھارٹی بدل جائے تو مذہب تبدیل ہو جاتا ہے، نئی وحی، نئے نبی اور نئی اتھارٹی کے ساتھ نیا مذہب وجود میں آتا ہے، اس لئے قادیانیوں کا مسئلہ فرقہ وارانہ نہیں ہے، الگ مذہب کا ہے اور قادیانی گروہ مسلمانوں کا کوئی فرقہ نہیں ہے، ایک الگ مذہب رکھتا ہے اور اس کے ساتھ ایک الگ مذہب کے طور پر

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 2514972-2531133

روح کی اقسام

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے روح کی دو قسمیں بتائی ہیں:

روح حیوانی: اس سے مراد وہ قوت حیات ہے جو جسم کے ایک ایک جزو میں موجود رہتی ہے اور یہی روح حیوانی جنین کے نشوونما کے ابتدائی دن ہی سے اس کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ جنین کے مکمل انسانی شکل کے حصول تک اس میں رہتی ہے، تا آنکہ جنین تقریباً چار ماہ کی عمر تک پہنچ جاتا ہے۔

(تفسیر مظہری، المومنون: ۱۴،۱۳)

روح حقیقی: اس سے مراد وہ روح ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں پیدا کرکے ان سے "الست بربکم" کا عہد لیا تھا۔ رحم مادر میں جنین کے اعضاء کی تکمیل کے بعد یہی روح حقیقی بحکم الٰہی جنین کے جسم میں داخل ہوکر روح حیوانی سے مل جاتی ہے اور اس اختلاط کے ساتھ ہی جنین میں حیات کے تمام چراغ روشن ہوجاتے ہیں اور انسانی جنین زندہ کہلاتی ہے، پھر جب یہ روح حقیقی بامر الٰہی روح حیوانی سے الگ ہوجاتی ہے تو جسم میں حیات کے تمام چراغ گل ہوجاتے ہیں اور انسان مردہ کہلاتا ہے۔

(کتاب الروح، ص: ۲۴۲)

ہی معاملات طے کئے جائیں گے۔

دوسرا مغالطہ یہ ہے چلو قادیانی کافر ہی سہی مگر ان کے مذہبی اور شہری حقوق سے کیوں انکار کیا جاتا ہے؟ اور انہیں ان کے جائز حقوق کیوں نہیں دیئے جارہے؟ الطاف حسین نے اسی حوالہ سے قادیانیوں کو مظلوم قرار دیا ہے اور ان کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔

میری گزارش یہ ہے کہ یہ بہت بڑا مغالطہ ہے اور بہت بڑا دھوکا ہے جس کا جال پوری دنیا میں قادیانیوں نے پھیلا رکھا ہے اور وہ عالمی سطح پر بھی دنیا کو یہی فریب دے رہے ہیں، جبکہ اصل مسئلہ حقوق کا نہیں بلکہ حقوق کے ٹائٹل کا ہے، ہمیں اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر قادیانیوں کے شہری اور مذہبی حقوق سے کوئی انکار نہیں ہے، جب ہم ہندوؤں کے مذہبی حقوق سے انکار نہیں کرتے، عیسائیوں کے مذہبی حقوق پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے اور سکھوں کی مذہبی سرگرمیوں پر ہم معترض نہیں ہوتے تو قادیانیوں کے جائز مذہبی حقوق سے ہم کیوں انکار کریں گے؟

ہمارے معاشرے میں عیسائی، ہندو، سکھ اور دوسرے مذاہب کے لوگ اپنی مذہبی سرگرمیاں دن رات جاری رکھے ہوئے ہیں اور بسا اوقات یہ اپنی حدود سے تجاوز بھی کر جاتے ہیں مگر ہم نے کبھی مزاحمت نہیں کی، قادیانی بھی ان مذاہب کی طرح اپنی مذہبی سرگرمیاں جائز حدود میں کرنا چاہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا، لیکن قادیانی اس معروضی حقیقت کو تسلیم نہیں کررہے کہ وہ مسلمانوں سے الگ ایک نئے مذہب کے پیروکار ہیں، وہ دستور اور پارلیمنٹ کا فیصلہ مان رہے ہیں، نہ عدالت عظمیٰ کے فیصلے کو تسلیم کررہے ہیں اور نہ ہی پوری دنیا کی امت مسلمہ کے اجماعی فیصلوں کو قبول کررہے ہیں اور وہ ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر حقوق طلب کرنے کی بجائے مسلم اکثریت والے حقوق کا تقاضا کررہے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور پاکستان کی باقی ساری آبادی کافر ہے، اس لئے مسلمانوں والے حقوق انہیں الاٹ کردیئے جائیں، وہ مسلم اکثریت کے حقوق کے طلبگار ہیں جو کسی صورت میں ممکن نہیں ہے، آخر میں اپنے نام پر کسی اور کو کاروبار کا حق کیسے دے سکتا ہوں؟ کوئی شخص میرے نام پر کمپنی بنائے، دکان کھولے یا کوئی ادارہ قائم کرے تو میں بھی اسے برداشت نہیں کروں گا جب میں اپنے نام پر کسی اور کو کاروبار کرنے کا حق نہیں دیتا تو اپنے نام پر کسی کو نیا مذہب بنانے کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں؟ یہ کل بھی ممکن نہیں تھا، آج بھی ممکن نہیں ہے اور قیامت تک ممکن نہیں ہوگا۔ الطاف حسین بھی نوٹ کرلیں سلمان تاثیر بھی اس حقیقت کو سمجھ لیں اور قادیانی حضرات بھی اس معروضی حقیقت کا اچھی طرح ادراک کرلیں کہ اصل مسئلہ ان کے حقوق کا نہیں، بلکہ حقوق کے ٹائٹل کا ہے، ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے سارے جائز حقوق تسلیم ہیں اور ان کا مکمل احترام کیا جائے گا، لیکن مسلمانوں کے نام پر اور اسلام کے ٹائٹل کے ساتھ ہم ان کے کسی حق کو تسلیم نہیں کرتے اور ان کا یہ خواب کبھی پورا نہیں ہوگا کہ وہ مسلمان کہلا کر اس ملک میں حقوق حاصل کرسکیں۔ انشاء اللہ۔ ☆☆

سو سال سے زائد بہترین خدمت

ESTD 1880

ABS

ABDULLAH BROTHERS SONARA

عبداللہ برادرز سونارا

Formerly: H. Elyas Sonara

Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar, Mithader, Karachi. Ph:2546455, Cell:0301-2352363

ملاقات اور مجلس کے آداب

مولانا مجیب الرحمٰن اثر

ملاقات کے آداب:

۱:.....ملاقات کے وقت مسکراتے چہرے سے استقبال کیجئے' مسرت و محبت کا اظہار کیجئے اور سلام میں پہل کیجئے' اس کا بڑا ثواب ہے۔

۲:.....سلام اور دعا کے لئے ادھر ادھر کے الفاظ استعمال نہ کیجئے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے الفاظ ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' استعمال کیجئے' پھر موقع ہو تو مصافحہ کیجئے' مزاج پوچھئے اور مناسب ہو تو گھر والوں کی خیریت بھی معلوم کیجئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے الفاظ ''السلام علیکم'' بہت جامع ہیں' اس میں دین و دنیا کی تمام سلامتیاں اور ہر طرح کی خیر و عافیت شامل ہے۔ یہ بھی خیال رکھئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مصافحہ کرتے وقت اپنا ہاتھ فوراً چھڑانے کی کوشش نہ کرتے' انتظار فرماتے کہ دوسرا شخص خود ہی ہاتھ چھوڑ دے۔

۳:..... جب کسی سے ملنے جائیے تو صاف ستھرے کپڑے پہن کر جائیے' میلے کچیلے کپڑوں میں نہ جائیے اور نہ اس نیت سے جائیے کہ آپ اپنے بیش بہا لباس سے اس پر اپنا رعب قائم کریں۔

۴:..... جب کسی سے ملاقات کا ارادہ ہو تو پہلے اس سے وقت لیجئے' یوں ہی وقت بے وقت کسی کے یہاں جانا مناسب نہیں' اس سے دوسروں کا وقت بھی خراب ہوتا ہے اور ملاقات کرنے والا بھی بعض اوقات نظروں سے گر جاتا ہے۔

۵:..... جب کوئی آپ کے یہاں ملنے آئے تو محبت آمیز مسکراہٹ سے استقبال کیجئے' عزت سے بٹھائیے اور حسب موقع مناسب خاطر تواضع بھی کیجئے۔

۶:..... کسی کے پاس جائیے تو کام کی باتیں کیجئے' بے کار باتیں کر کے اس کا اور اپنا وقت ضائع نہ کیجئے' ورنہ آپ کا لوگوں کے یہاں جانا اور بیٹھنا ان کو کھلنے لگے گا۔

۷:..... کسی کے یہاں جائیے تو دروازے پر اجازت لیجئے اور اجازت ملنے پر السلام علیکم کہہ کر اندر جائیے اور اگر تین بار السلام علیکم کہنے کے بعد کوئی جواب نہ ملے تو خوشی خوشی لوٹ آئیے۔

۸:..... کسی کے یہاں جاتے وقت کبھی کبھی مناسب تحفہ بھی ساتھ لیتے جائیے' تحفہ دینے دلانے سے محبت بڑھتی ہے۔

۹:..... جب کوئی ضرورت مند آپ سے ملنے آئے تو جہاں تک امکان میں ہو اس کی ضرورت پوری کیجئے' سفارش کی درخواست کرے تو سفارش کر دیجئے' خواہ مخواہ اس کو امیدوار نہ بنائے رکھئے۔

۱۰:..... آپ کسی کے یہاں اپنی ضرورت سے جائیں تو مہذب انداز میں اپنی ضرورت بیان کر دیجئے' پوری ہو جائے تو شکریہ ادا کیجئے' نہ ہو سکے تو سلام کر کے خوش خوش لوٹ آئیے۔

۱۱:..... ہمیشہ یہی خواہش نہ رکھئے کہ لوگ آپ سے ملنے آئیں' خود بھی دوسروں سے ملنے جائیے' آپس میں میل جول بڑھانا اور ایک دوسرے کے کام آنا بڑی پسندیدہ بات ہے مگر خیال رکھئے کہ مومنوں کا میل جول ہمیشہ نیک مقاصد کے لئے ہوتا ہے۔

۱۲:..... ملاقات کے وقت اگر آپ دیکھیں کہ ملنے والے کے چہرے یا داڑھی یا کپڑوں پر کوئی تنکا یا کوئی اور چیز ہے تو ہٹا دیجئے اور اگر کوئی دوسرا آپ کے ساتھ یہ حسن سلوک کرے تو شکریہ ادا کیجئے اور یہ دعا دیجئے: ''مسح اللہ عنک ماتکرہ'' اللہ آپ کو ان چیزوں سے دور فرمائے جو آپ کو ناگوار ہیں۔

۱۳:..... رات کے وقت کسی کے یہاں جانے کی ضرورت ہو تو اس کے آرام کا لحاظ رکھئے' زیادہ دیر نہ بیٹھئے اور اگر جانے کے بعد اندازہ ہو کہ وہ سو گیا ہے تو بغیر کسی کڑھن کے خوش خوش واپس آ جائیے۔

مجلس کے آداب:

ہر محفل اور ہر مجلس اور زندگی گزارنے کے کچھ آداب ہوا کرتے ہیں' انسان اگر ان آداب کی رعایت کر کے زندگی بسر کرے تو معاشرے میں پھیلنے والے بہت سے امراض کا سدباب کیا جا سکتا ہے' منجملہ آداب میں سے مجلس کے آداب درج کئے جا رہے ہیں تاکہ یہ مجالس سنت نبویؐ کے مطابق ہوں۔

۱: ہمیشہ اچھے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کی کوشش کیجئے۔

۲: مجلس میں جو گفتگو ہو رہی ہو اس میں حصہ لیجئے' مجلس کی گفتگو میں نہ ہونا اور ماتھے پر شکنیں ڈالے بیٹھے رہنا غرور کی علامت ہے' مجلس میں صحابہ کرامؓ

جس گفتگو میں مصروف ہوتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی گفتگو میں مصروف رہتے' مجلس میں غمگین اور مضمحل ہوکر نہ بیٹھئے' مسکراتے چہرے کے ساتھ ہشاش بشاش ہوکر بیٹھئے۔

۳: کوشش کیجئے کہ آپ کی کوئی مجلس خدا اور آخرت کے ذکر سے خالی نہ رہے اور جو آپ محسوس کریں کہ حاضرین دینی گفتگو میں دلچسپی نہیں لے رہے تو گفتگو کا رخ کسی دنیوی مسئلے کی طرف پھیرنے کی کوشش کریں۔

۴: مجلس میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جائیے' مجمع کو چیرتے اور کودتے پھلانگتے آگے جانے کی کوشش نہ کیجئے' ایسا کرنے سے پہلے آنے والوں اور بیٹھنے والوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور ایسا کرنے والوں میں بھی اپنی بڑائی کا احساس اور غرور پیدا ہوتا ہے۔

۵: مجلس میں سے کسی بیٹھے ہوئے آدمی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنے کی کوشش نہ کیجئے' یہ انتہائی بری عادت ہے' اس سے دوسروں کے دل میں نفرت اور کدورت پیدا ہوتی ہے' اور اپنے کو بڑا سمجھنے اور اہمیت جتانے کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

۶: اگر مجلس میں لوگ گھیرا ڈالے بیٹھے ہوں تو ان کے بیچ میں نہ بیٹھئے' یہ سخت قسم کی بدتمیزی اور مسخرہ پن ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔

۷: مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے اگر کوئی کسی ضرورت سے اٹھ کر چلا جائے تو اس کی جگہ پر قبضہ نہ کیجئے' اس کی جگہ محفوظ رکھئے' ہاں اگر معلوم ہو جائے کہ وہ شخص اب واپس نہیں آئے گا تو پھر بے تکلف اس جگہ پر بیٹھ سکتے ہیں۔

۸: اگر مجلس میں دو آدمی ایک دوسرے کے قریب بیٹھ گئے ہوں تو ان سے اجازت لئے بغیر ان کو الگ نہ کیجئے کیونکہ آپس کی بے تکلفی یا محبت یا کسی اور مصلحت سے قریب بیٹھے ہوں گے اور ان کو الگ الگ کرنے سے ان کے دل کو تکلیف ہوگی۔

۹: مجلس کی کسی امتیازی جگہ پر بیٹھنے سے پرہیز کیجئے' کسی کے یہاں جائیں تو وہاں بھی اس کی معزز جگہ پر بیٹھنے کی کوشش نہ کیجئے' ہاں اگر وہ خود ہی اصرار کرے تو بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں اور مجلس میں ہمیشہ ادب سے بیٹھئے' پاؤں پھیلا کر یا پنڈلیاں کھول کر نہ بیٹھئے۔

۱۰: یہ کوشش نہ کیجئے کہ ہر حال میں صدر کے قریب ہی بیٹھیں بلکہ جہاں جگہ ملے بیٹھ جائیے اور اس طرح بیٹھئے کہ بعد میں آنے والوں کو جگہ ملنے اور بیٹھنے میں کوئی زحمت نہ ہو اور جب لوگ زیادہ آجائیں تو سمٹ کر بیٹھ جائیے اور آنے والوں کو کشادہ دلی سے جگہ دے دیجئے۔

۱۱: مجلس میں کسی کے سامنے یا اردگرد کھڑا نہیں رہنا چاہئے' تعظیم کا یہ طریقہ اسلام کے خلاف ہے۔

۱۲: مجلس میں دو آدمی آپس میں چپکے چپکے باتیں نہ کریں' اس سے دوسروں میں یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے ہمیں اپنی راز کی باتوں میں شریک کرنے کے قابل نہیں سمجھا اور یہ بدگمانی بھی ہوتی ہے کہ شاید ہمارے بارے میں کوئی بات کہہ رہے ہوں۔

۱۳: مجلس میں جو کچھ کہنا ہو صدر مجلس سے اجازت لے کر کہئے اور گفتگو یا سوال و جواب میں ایسا انداز اختیار نہ کیجئے کہ آپ ہی صدر مجلس معلوم ہونے لگیں' یہ خودنمائی بھی ہے اور صدر مجلس کے ساتھ زیادتی بھی۔

۱۴: ایک وقت میں ایک ہی شخص کو بولنا چاہئے اور ہر شخص کی بات غور سے سننا چاہئے' اپنی بات کہنے کے لئے ایسی بے تابی نہیں ہونی چاہئے کہ سب بیک وقت بولنے لگیں اور مجلس میں ہڑبونگ ہونے لگے۔

۱۵: مجلس میں جو باتیں راز کی ہوں ان کو جگہ جگہ بیان نہیں کرنا چاہئے' مجلس کا یہ حق ہے کہ اس کے رازوں کی حفاظت کی جائے۔

۱۶: مجلس میں جس موضوع پر گفتگو ہو رہی ہو جب تک اس کے بارے میں کچھ طے نہ ہو جائے دوسرا موضوع نہ چھیڑیئے اور نہ دوسرے کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع کیجئے' اگر کبھی کوئی ضرورت پیش آجائے کہ آپ کا فوراً بولنا ضروری ہو تو بولنے والے سے پہلے اجازت لے لیجئے۔

۱۷: صدر مجلس کو مسائل پر گفتگو کرتے وقت سارے حاضرین کی طرف توجہ رکھنی چاہئے اور دائیں بائیں ہر طرف رخ پھیر پھیر کر بات کرنی چاہئے اور آزادی کے ساتھ ہر ایک کو اظہار خیال کا موقع دینا چاہئے۔

۱۸: مجلس برخاست ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھئے اور پھر مجلس برخاست کیجئے:

''خدایا! تو ہمیں اپنا خوف اور اپنی خشیت نصیب کر جو ہمارے اور معصیت کے درمیان آڑ بن جائے اور وہ فرمانبرداری دے جو ہمیں تیری جنت میں پہنچا دے اور ہمیں وہ پختہ یقین عطا فرما جس سے ہمارے لئے دنیا کے نقصانات ہیچ ہو جائیں۔

خدایا! تو جب تک ہمیں زندہ رکھے ہمیں ہمارے سننے دیکھنے کی قوتوں اور جسمانی توانائیوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع دے اور اس خیر کو ہمارے بعد بھی برقرار رکھ اور جو ہم پر ظلم کرے اس سے ہمارا بدلہ لے اور جو ہم سے دشمنی کرے اس پر ہمیں غلبہ عطا فرما اور ہمیں دین کی آزمائش میں مبتلا نہ کر اور دنیا کو ہمارا مقصود اعظم نہ بنا اور نہ دنیا کو ہمارے علم و بصیرت کی انتہا ٹھہرا اور نہ ہم پر اس شخص کو قابو دے جو ہم پر رحم نہ کرے۔''

☆☆..................☆☆

مرزا قادیانی - انگریزی اقتدار کا محافظ

اسلام کے بنیادی عقائد میں جب ہم ایمانیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایمان مفصل میں ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم اللہ کی وحدانیت پر ایمان لاتے ہیں، اس کے فرشتوں پر ایمان لاتے ہیں یعنی اس مخلوق پر جو اس کائنات کا نظام اللہ رب العالمین کی مرضی و منشاء کے مطابق اس کے حکم سے چلا رہے ہیں۔ اس کی تمام کتابوں پر جو اس نے اس کے بھیجے ہوئے رسولوں پر نازل کیں اور اس کے رسولوں پر یعنی ان پاک نفوس پر جو اس نے بندگان اللہ کی راہنمائی کے لئے دنیا میں منتخب کئے اور ان کو اپنی ہدایات وراہنمائی سے سرفراز کیا اور اس بات پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ اس عالم کو ایک دن فنا ہونا ہے اور ہر ایک کو اس بادشاہ ارض وسموات کے حضور اپنے تمام اعمال کی جواب دہی کرنی ہے اور اس بات پر بھی دنیا میں بھلائی اور برائی لوگوں کی قسمتیں بنانے اور بگاڑنے اور اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار صرف اور صرف اللہ ہی کے پاس ہے اور یہ بھی ہمارے ایمان کا لازمی حصہ ہے کہ مرنے کے بعد لازماً ہمیں دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جائے گا۔ اس ایمانیات کی ہم دل سے تصدیق کرتے ہیں یعنی اس پر کامل یقین رکھتے ہیں اور زبان سے اس کا اقرار کرتے ہیں اور یہ اعلان ہی درحقیقت ''اسلام'' ہے اس کا اعلان کرنے والا ہی ''مسلم'' ہے اور دل سے یقین کرنے والا ''مومن'' ہے۔

اللہ کے رسولوں اور کتابوں پر ایمان میں ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ دنیا کے سب سے پہلے انسان سیدنا آدم علیہ السلام، اللہ کے بھیجے ہوئے سب سے پہلے ''نبی'' ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں اور یہ عقیدہ ہمارا خود ساختہ عقیدہ نہیں بلکہ اللہ کی سب سے آخری کتاب قرآن کریم سے ثابت ہے اور اس کے آخری رسول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ثابت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد آج تک امت مسلمہ کے تمام خلفا اصحاب رسول تابعین، تبع تابعین، مورخین، فقہاء امت اور مسلم بادشاہ و سلاطین کا اجماع ہے کہ ''ختم نبوت'' سے

ڈاکٹر قاضی اختر حسین قریشی

متعلق قرآن کریم کی آیات مبارکہ اور احادیث رسول کے مطابق حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آخری رسول ہیں اور قرآن کریم آخری کتاب ہے۔

قرآن کریم کی بے شمار آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً سورۂ بقرہ کی آیت: ۴، میں فرمایا گیا:

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں۔''

سورۂ احزاب کی آیت: ۴۰ میں فرمایا گیا:

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔''

سورۂ اعراف آیات: ۱۵۸، میں فرمایا:

''آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

اسی طرح سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتم مساجد الانبیاء ہے۔''

(کنز العمال: ۱۲/۲۷۰، ص: ۲۷۰)

''بے شک رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہوگیا، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی۔''

(ترمذی: ۷۰/۲، ص: ۵۱)

''میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' (ترمذی، ج: ۲، ص: ۴۵)

یہ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ دیکھنے کے بعد یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی مومن کسی ایسے شخص کو نبی اور رسول تسلیم کرے جو نبوت کا دعویٰ کرے، مخبر صادق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی امت کو بتادیا کہ منصب نبوت کے دعویدار پیدا ہوں گے، لیکن وہ سب جھوٹے اور مکار ہوں گے۔

''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہے کہ میری امت میں ۳۰ جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

ہوسکتا۔" (ابوداؤد:۲۲۷۰،ص:۲۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے اب تک تقریباً ۲۲ جھوٹوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ سب سے پہلے مسیلمہ بن ثمامہ نے دعویٰ نبوت کیا اور اپنے آپ کو مسیلمہ رسول اللہ لکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا، اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مسیلمہ کذاب لکھا اور وہ مسیلمہ کذاب مشہور ہوگیا۔ مسیلمہ نے شراب اور زناکاری کو حلال قرار دیا اور فجر اور عشاء کی نمازیں معاف کردیں، اسی زمانے میں ایک عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا، جس کا نام سجاح بنت حارث تھا، بعد میں مسیلمہ اور سجاح نے شادی کرلی اور اپنی جھوٹی نبوت کو جمع کیا۔

مسیلمہ کذاب نے حضرت حبیبؓ بن ام عمارہ سے بالجبر اپنی نبوت کا اقرار کروایا اور ان کے بار بار انکار پر ان کے جسم کے مختلف اعضا کاٹتا رہا، یہاں تک کہ وہ شہید ہوگئے، اسی طرح ایک مدعی نبوت اسود عنسی نے حضرت ابو مسلمؒ خولانی تابعی کو اس کی نبوت تسلیم نہ کرنے پر آگ کے جلتے الاؤ میں پھینک دیا، مگر اللہ کی رحمت سے زندہ وسلامت بچ گئے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسیلمہ کذاب سے جنگ ہوئی تاکہ اس جھوٹے مدعی نبوت اور اس کے معتقد و پیروکاروں کی سرکوبی کی جائے، اس جنگ میں تقریباً ۱۲۰۰ صحابہ کرامؓ وتابعینؒ شہید ہوئے، جن میں ۷۰۰ حافظ قرآن اور ۷۰ کے قریب بدری صحابہ کرامؓ تھے، جب کہ دورِ رسالت مآب میں لڑی جانے والی تمام جنگوں، غزوات میں کل ۲۵۹ صحابہ کرامؓ شہید ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد جتنے بھی جھوٹے مدعیانِ نبوت پیدا ہوتے رہے، امت مسلمہ ان کا بروقت استیصال کرتی رہی اور کسی جھوٹے مدعی نبوت کا فتنہ سر نہ اٹھا سکا۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت کا انکار کرنے اور نبوت کا دعویٰ کرنے کے لئے جو طریقہ کار اختیار کیا وہ خود انتہائی مضحکہ خیز ہے اور اس کو تحفظ فراہم کرنے میں انگریزی حکومت یا عیسائیت نے بھرپور ساتھ دیا، اس لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریک اور اس کے مذہب کا تعارف حاصل کرنا خصوصاً اس نوجوان نسل کے لئے بہت ضروری ہے جس نے ختم نبوت کی تحریک کو پڑھا اور دیکھا نہ ہو۔

مرزا غلام احمد قادیانی ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء کو مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کی تحصیل بٹالہ میں قادیان نامی جگہ پر پیدا ہوا۔ مرزا غلام احمد کا تعلق پنجاب کے معروف اور معزز مغل خاندان سے تھا جو کہ مغل بادشاہ محمد ظہیر الدین بابر کے زمانے میں سمرقند سے ہندوستان نقل مکانی کرکے آیا تھا۔ مرزا غلام احمد کے آباؤ اجداد میں نقل مکانی کرنے والا پہلا شخص مرزا ہادی بیگ تھا، مرزا ہادی بیگ نے قادیان جس کا پہلا نام اسلام پور قاضی تھا کو آباد کیا، بعد میں یہ نام بدلتے بدلتے قادیان ہوگیا۔ مرزا ہادی بیگ کو اسلام پور قاضی کے گرد و پیش کے ستر دیہاتوں پر قاضی یا مجسٹریٹ مقرر کیا گیا تھا۔ کئی نسلوں تک یہ خاندان مختلف سرکاری عہدوں پر فائز رہا، مغلیہ سلطنت کے زوال اور سکھوں کے اقتدار میں آنے کے بعد یہ خاندان کسمپرسی کا شکار ہوگیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے والد کا نام غلام مرتضیٰ تھا، یہ سکھ دربار میں جنرل کے منصب پر فائز تھا، مرزا غلام احمد نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، عربی، فارسی کی اور علوم دینیہ کی تعلیم اپنے استاذہ فضل الٰہی، فضل احمد اور گل محمد سے حاصل کی مگر مغربی تعلیم حاصل نہ کی، طب کی تعلیم اپنے والد غلام مرتضیٰ سے حاصل کی۔

۱۸۶۴ء میں مرزا غلام احمد نے ضلع کچہری سیالکوٹ میں ملازمت کی اور چار سال ملازمت میں گزارے، جب اس کے والد کا انتقال ہوگیا تو اس نے پوری شد و مد کے ساتھ مذہبی تعلیم پر توجہ دی۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۸۷۶ء میں جب انگریزوں نے ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی تحریک چلائی اور عیسائی پادری اور مبلغین جن کی تعداد ستر کے قریب تھی، انہوں نے اسلامی تعلیمات پر حملے کئے تو جہاں امت مسلمہ کے نامور علماء اس کے مقابلے میں آگے بڑھے، جن میں نواب صادق حسن خان، مولوی آل حسن، مولانا رحمت اللہ مہاجر دہلوی، مولانا احمد رضا خان وہاں مرزا غلام احمد قادیانی کا نام بھی آتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے عیسائیوں کے اسلام پر اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملوں کو روکنے کا جو طریقہ اختیار کیا، اس کو بحیثیت مسلمان قطعاً پسند نہیں کیا جاسکتا، بلکہ وہ طریقہ عقیدہ اسلام کے بھی منافی تھا۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی گئی، جس کی وضاحتیں بار بار مرزا غلام احمد کو کرنی پڑیں، چند ایک مثالیں (نقل کفر، کفر نباشد) درج ذیل ہیں:

"مسیح کا چال چلن کیا تھا، کھاؤ پیو، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔"

(مکتوبات احمدیہ، ج:۳، ص:۲۳،۲۴)

"مسیح علیہ السلام کا خاندان نہایت پاک اور مطہر، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔"

(ضمیمہ انجام آتھم، ص:۷)

یسوع (مسیح) اس لئے اپنی تئیں نیک نہیں کہہ سکتا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور خراب چلن، نہ خدائی کے دعویٰ کے بعد بلکہ ابتدا ہی سے

ایسا معلوم ہوتا ہے، چنانچہ خدائی کا دعویٰ شراب خوری کا نتیجہ ہے۔

(روحانی خزائن ص:۲۹۶، ج:۱۰)

”آپ کو (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی اور آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی اور نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی وعظ کو جو انجیل کا مغز کہا جاتا ہے، یہودیوں کی کتاب تالمود سے چرا کر لکھا۔“ (روحانی خزائن ص:۲۹۰، ج:۱۱)

”آپ کا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کنجریوں سے میلان، ان کی صحبت بھی شاید اس وجہ سے ہے کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے۔“ (روحانی خزائن ص:۲۹۱، ج:۱۱)

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے کچھ اور نہ تھا۔“

(روحانی خزائن ص:۲۹۱، ج:۱۱)

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

”متی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کی عقل بہت موٹی تھی، آپ جاہل عورتوں اور عوام الناس کی مرگی کی بیماری نہیں سمجھتے تھے بلکہ جن اور آسیب خیال کرتے تھے، ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی، ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آ جاتا تھا، اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے، مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں، کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے، یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔“

(روحانی خزائن ص:۲۸۹، ج:۱۱)

مرزا غلام احمد قادیانی کا مناظروں، مباحثوں میں ناپسندیدہ خلاف اسلام رویہ اوپر دی گئی چند عبارات سے لگایا جاسکتا ہے، لیکن مناظروں میں کامیابی اور عیسائیت سے نفرت کے جذباتی عنصر نے مرزا غلام احمد کی شہرت میں اضافہ کیا اور سادہ لوح کم فہم مسلمانوں کے دلوں میں اس کی ہردلعزیزی کا رجحان پیدا کردیا۔ اسی طرح اس کی ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء کے درمیان لکھی گئی، کتاب براہین احمدیہ میں اس کے الہام ہونے کے دعوؤں کو بھی کچے اعتقاد کے کم دینی علم رکھنے والے مسلمانوں نے بزرگوں کی کشف وکرامات سے تعبیر کیا اور اس کے معتقدین میں اضافہ ہوگیا۔ چنانچہ اس شہرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مرزا غلام احمد نے ۵۴ سال کی عمر میں ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو اس نے قادیان سے لدھیانہ جا کر اپنے معتقدین سے بیعت لی اور اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ سب سے پہلے اس کے ہاتھ پر بیعت

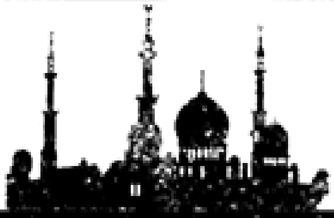
مساجد کے لئے خاص رعایت
جبار کارپٹس
ڈیلر
مون لائٹ کارپٹ
نیر کارپٹ
ثمر کارپٹ
وینس کارپٹ
اولمپیا کارپٹ
یونی ٹیک کارپٹ
پتہ
این آر ایونیو، حیدری پوسٹ آفس بلاک ”جی“ مرکات حیدری ناظم آباد
فون:6646888-6647655 فیکس:0921-21-5671503
E-mail: jabbarcarpet@cyber.net.pk

کرنے والا شخص حکیم نورالدین تھا، اس کے بعد تقریباً ۴۰ افراد نے بیعت کی۔ قادیان سے لدھیانہ جا کر بیعت لینے کی وجہ مرزا محمود احمد "احمدیت اور سچا اسلام" نامی کتاب میں لکھتا ہے کہ اس نے پڑھا ہے کہ مسیح موعود اپنے مسیح ہونے کا اعلان 'لُد' نامی جگہ پر کرے گا، شاید اسی لئے مرزا قادیان سے لدھیانہ گیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے یعنی جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۸۹ء ہی میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریک اس وقت شروع ہوئی، جب سوڈان سے سماٹرا تک مسلمانوں کی جانب سے بیرونی سامراجیت کے خلاف اعلان جہاد ہوا، انگریز نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں جذبہ جہاد ابھرے اور وہ دیوانہ وار آزادی کی تحریک اور قیام دین کی تحریک کا حصہ بنیں۔ (جس طرح آج لفظ جہاد کو شجر ممنوعہ سمجھا جا رہا ہے اور امریکا اور اس کے ایجنٹوں کی جانب سے جہاد کو دہشت گردی سے تعبیر کیا جا رہا ہے اور اگر کوئی جہاد کی بات کرتا ہے تو یہود و نصاریٰ کے نمک خوار اس کو پکڑ کر ریاستی جبر و تشدد کا نشانہ بناتے ہیں اور امریکا کے حوالے بھی کر دیتے ہیں)۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں و معتقدین سے انگریزوں کی مکمل وفاداری کا عہد لیا جاتا ہے یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی سے بیعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انگریزوں کی مخالفت اور جہاد سے منہ موڑ لیا جائے۔ اس کی وضاحت بھی اس کی تحریروں سے ہوتی ہے، مثلاً:

"میں سولہ برس سے برابر اپنی تالیفات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانان ہند پر اطاعت گورنمنٹ برطانیہ فرض ہے اور جہاد حرام ہے۔" (اشتہار مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۸۹۹ء تبلیغ رسالت، ج:۳، ص:۲۰۰)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس ہی تحریر میں آگے لکھا کہ: "۲۲ برس سے میں نے اپنے ذمہ یہ فرض کر رکھا ہے، ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو، اسلامی ممالک میں ضرور بھجوایا کروں، اس وجہ سے عربی میں میری کتابیں بہت شہرت پا گئیں۔

مسلمان اس مبارک، مہربان، منصف اور عدل گستر برطانیہ عظمیٰ کی دعاگوئی اور ثناجوئی کریں اور اس کے احسانوں کے شکرگزار رہیں۔"

مرزا غلام احمد قادیانی نے لیفٹیننٹ گورنر (انگریز سرکار) کو خط لکھا کہ:

"میں اس بات کا اقراری ہوں کہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنری کی تحریر نہایت سخت ہے اور حد اعتدال سے بڑھ گئی ہے اور بالخصوص پرچہ "نورافشاں" جو ایک عیسائی اخبار سے نکلتا ہے، اس میں نہایت گندی تحریر شائع ہوئی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہے تو مجھے ان اخباروں کے پڑھنے پر اندیشہ ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے، ان کلمات کا سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہوا ہے، تب میں نے ان کے جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے حکمت عملی یہ اپنائی کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا، مصلحت و حکمت عملی یہی تھی تاکہ سریع الغضب انسانوں کا جوش فرو ہو جائے اور ملک میں کوئی بدامنی پیدا نہ ہو، تب میں نے بمقابلہ ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن کے بالمقابل سختی تھی کیونکہ میرے ضمیر نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو وحشیانہ آدمی موجود ہیں، ان کے غیظ و غضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریقہ کافی ہوگا، سو مجھ سے پادریوں کے بالمقابل جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے حکمت عملی سے، بعض وحشی مسلمانوں کے جوش کو ٹھنڈا کیا گیا، میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اول درجہ کا خیر خواہ انگریز کا ہوں۔" (تریاق القلوب، ص:۳۶۲، روحانی خزائن، ص:۴۹۰، ۴۹۱، ج:۱۵)

اوپر کے تحریر کردہ دو اقتباسات بھی بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی نہ اسلام سے، اصل میں وہ انگریزوں کی بھلائی اور ان کے اقتدار کی سلامتی و تحفظ کے لئے کوشاں رہے، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارکہ میں عیسائیوں کی طرف سے بے حرمتی پر بجائے کسی دکھ افسوس کے اظہار کے انگریزوں کی حمایت ان کے اقتدار کے تحفظ کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا، لیکن چند ہی سالوں میں ان کی حقیقت لوگوں کے سامنے آ گئی۔

یہ کہا جاتا ہے کہ قادیانی احمدی بھی اسلام کا ایک فرقہ ہیں جس طرح دیگر فرقے ہیں اور ان کو اسلام کے ایک فرقے کی حیثیت سے تمام آزادیاں ملنی چاہئیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود، مہدی اور رسول اللہ سے افضل ہونے کا دعویدار ہے اور یہ سب کچھ ان کی تحریرات سے ثابت ہے اس کے علاوہ قادیانی، احمدی دنیا کے تمام مسلمانوں میں سے کسی کو بھی مسلمان نہیں سمجھتے حتیٰ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک بیٹے مرزا فضل احمد نے مرزا کو نبی ماننے سے انکار کر دیا تو اس کو اس نے اپنی جائیداد سے عاق کر دیا اور اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی۔

☆☆......☆☆

یعقوبی کے بیان سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ تجویز، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیش فرمودہ تھی، جب ہوئے محرم الحرام سے سن ہجرت کا آغاز کر لیا گیا۔ (شبلی نعمانی، الفاروق، ص:۳۹۰) دوسری رائے اس مسئلے میں یہ ہے کہ ہجرت کے ارادے اور اس سفر کی منصوبہ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۷۳ء والاعلان، ص:۲/۴۷۱) عبید بن عمیر فرماتے ہیں: ”بلاشبہ

گزشتہ سے پیوستہ

اسلامی کیلنڈر کی ضرورت و اہمیت

محرم الحرام سے تقویم اسلامی کا آغاز کیوں؟

کہ ابونعیم نے شعبی کے طریق سے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے یہ روایت کی ہے کہ یہ تجویز خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی اور ان کا استدلال یہ تھا کہ چونکہ ہجرت مدینہ حق و باطل کے مابین فرق کرنے کا سبب بنی ہے، اس لئے اس کو تقویم اسلامی کے آغاز کی بنیاد بنایا جائے۔ (زرقانی، ج:۱، ص:۳۵۲ وابن حجر، فتح الباری، ج:۷، ص:۳۳۲) ایک خیال کے مطابق یہ تجویز ہرمزان کی طرف سے پیش کی گئی تھی۔ (یہ خیال اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب کے مقالہ نگار نے ظاہر کیا ہے مگر اس کی تائید کسی دوسری کتاب اور مورخ کے قول سے نہیں ہوتی، دیکھئے ج:۶، ص:۳۹) لیکن عام طور پر حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا نام ہی آتا ہے، ان میں بھی زیادہ تر روایات حضرت علیؓ ہی کے بارے میں ہیں، اس لئے اس تجویز کی نسبت ان ہی کی جانب درست معلوم ہوتی ہے اور حضرت عمرؓ کی جانب اس تجویز کو اس لئے منسوب کر دیا گیا کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی تجویز کی تائید کی تھی اور اس پر عمل درآمد بھی ان ہی کے حکم سے ہوا۔ واللہ اعلم۔

محرم سے سال کا آغاز

پھر یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ ہجرت ربیع الاول میں ہوئی تھی اور عربوں کے رواج کے مطابق ان کے سال کا آغاز محرم سے ہوا کرتا تھا۔ اس لئے علامہ شبلی کی رائے کے مطابق تقریباً سوا دو مہینے پیچھے ہٹ بندی کی ابتدا محرم ہی سے ہوئی تھی، کیونکہ بیعت عقبہ ذوالحجہ کے وسط میں ہوئی تھی۔ (ابن ہشام، السیرۃ النبوۃ، دارالمعرفہ بیروت، ۱۹۷۸ء، ج:۲، ص:۱۸۷) اور یہی بیعت ہجرت مدینہ کی تمہید اور نقطۂ آغاز تھا اور اس کے بعد پہلے مہینہ محرم ہی تھا۔ (شامی، ص:۳۸، وزرقانی، ص:۳۵۲) اور ابونعیم کی روایت میں ابوموسیٰؓ سے مروی ہے کہ: پھر یہ تجویز پیش ہوئی کہ رمضان سے آغاز ہو یا محرم سے؟

حافظ سیّد عزیز الرحمن

محرم کو اس لئے قبول کر لیا گیا کہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد حجاج کی واپسی اسی مہینے میں ہوتی تھی۔ (شامی، ص:۴۷) جبکہ ابن سیرین سے ابن ابی خیثمہ نے نقل کیا ہے کہ بعض نے رجب سے آغاز کی تجویز پیش کی تھی اور بعض نے رمضان سے اور بعض نے محرم سے، حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

”محرم سے تاریخ کا آغاز کرو، کیونکہ یہ مہینہ اشہر حرام میں سے ہے اور (عرب کے رواج کے مطابق بھی) یہ سال کا پہلا مہینہ ہے اور حج سے لوگوں کی واپسی بھی اسی مہینے میں ہوتی ہے۔“ (ابن حجر، فتح الباری، ج:۷، ص:۳۲۷ والاعلان، ص:۲/۴۷۱)

علامہ منصور پوری نے بھی اس تجویز کو حضرت عثمانؓ کی جانب منسوب کیا ہے۔

محرم اللہ کا مہینہ ہے، اسی سے سال کا آغاز ہوتا ہے اور بیت اللہ کا غلاف تبدیل کیا جاتا ہے اور اسی سے لوگ تاریخ کا حساب رکھتے ہیں۔“ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج:۳، ص:۲۰۶)

جبکہ سعید بن منصور نے سنن میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں سورۂ فجر کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ”والفجر میں فجر سے مراد محرم کی فجر ہے، جس سے سال کا آغاز ہوتا ہے، (ابوالفضل شہاب الدین سید محمود الوسی بغدادی، روح المعانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۸۵ء، ج:۳۰، ص:۱۱۹) بعینہٖ یہی قول حضرت قتادہؓ سے بھی منقول ہے۔ (قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی، م:۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری، ادارہ اشاعت العلوم ندوۃ المصنفین، دہلی، ج:۱۰، ص:۲۵۳)

جبکہ سہیلی کا کہنا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے ہجرت نبوی کو اسلامی تقویم کا نقطۂ آغاز قرار دینے کے لئے اس قرآنی حکم کو بھی پیش نظر رکھا ہے، جو اہل قبا کی شان میں وارد ہوا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

”لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ۔“ (التوبہ:۱۰۸)

ترجمہ: ”البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد روز اول سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے، اس لائق ہے کہ آپ اس میں (نماز کی غرض

سے) کھڑے ہوں۔"

کیونکہ یہ بات تو معلوم ہے کہ اس آیت میں "اول یوم" سے مطلق یوم مراد ہے نہیں اس سے یہ متعین ہوگیا کہ یہ کسی مضمر شے کی طرف مضاف ہے اور وہ اول روز ہی ہوسکتا ہے جب اسلام کو عزت ملی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امن واطمینان کی حالت میں اپنے پروردگار کی عبادت کی اور اس کی ابتدا بنائے مسجد سے ہی ہوئی تھی، اس امر سے صحابہ کرامؓ کی رائے سے یہ سمجھا کہ اول یوم سے یہاں اسلامی تاریخ کا روز اوّل مراد ہے۔ (عبدالرحمن بن عبداللہ السہیلی، الروض الانف، دارالمعرفہ بیروت ۱۹۷۸ء، ۲/ص:۳۴۶)

لیکن ابن حجرؒ کے بقول اس سے مجازی معنی ہیں کہ "اول یوم" سے مراد مدینہ منورہ میں آپؐ کے داخلے کا روز اوّل ہے۔ (ابن حجر، فتح الباری، ج:۷، ص:۳۴۱) اور زرقانی نے ابن منیر کے حوالے سے سہیلی کی توضیح کو تکلف وتعسف قرار دیا ہے۔ (زرقانی، ج:۱، ص:۳۵۲)

نتیجہ گفتگو یہ ہے کہ چونکہ عام طور پر عربوں کے ہاں بھی سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے، اس لئے اسلامی تقویم کے لئے بھی اسی کو اختیار کرلیا گیا اور یہ مشورہ حضرت عثمانؓ یا حضرت عمرؓ نے دیا، اگرچہ اس کی توجیہات اور بھی ہیں، جیسا کہ بیان ہوا۔

تقویم اسلامی کے نفاذ میں تاخیر کی وجوہ

تقویم اور کلینڈر کی عام انسانی ضرورت کے پیش نظر چاہئے تو یہ تھا کہ اسلامی تقویم کا آغاز اسی وقت ہوجاتا جب مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی تھی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تو اور دوسری نوعیت کی مصروفیات ہی اس قدر تھیں کہ اس جانب توجہ ہی نہیں دی جاسکی اور پھر چونکہ اس وقت اسلامی سلطنت کا بالکل آغاز تھا، اس لئے غالباً ایسی فوری کوئی ضرورت بھی سامنے نہیں آئی جو مسلمانوں کو اس مسئلے پر غوروفکر پر آمادہ کرتی، آپؐ کے بعد خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کا عہد مبارک آیا، یہ دور مدت میں کم ہونے کے ساتھ ساتھ لاتعداد اندرونی سازشوں اور بیرونی شورشوں میں گھرا ہوا تھا، جن سے عہدہ برا ہونا صدیق اکبرؓ کا کام تھا، وہ ان کی جانب متوجہ رہے اور یہ اہم کام فوری ضرورت نہ ہونے کے سبب ان کی ترجیحات میں نہ آسکا۔

پھر جب خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کا دور مبارک آیا تو اس وقت ایک تو سابقہ تمام رکاوٹیں دور ہوچکی تھیں، دوسرے پھیلتی ہوئی سلطنت کے حکومتی اور انتظامی امور بھی وسعت اختیار کرچکے تھے اور ہر شعبے میں اصلاحات، ترقیاتی کام اور تعمیراتی سرگرمیاں عروج پر تھیں، اس بنا پر ایک تقویم کی ضرورت محسوس کی گئی... اس طرح تقویم اسلامی کا آغاز ہوا اور یہ افضلیت وشرف بھی ان ہی کے حصے میں آیا۔ (سید فضل الرحمن، ہادی اعظم، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، کراچی ۲۰۰۰ء، ج:۱۹۹۹، ص:۱۹۹) جیسا کہ ایک روایت بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کرکے فرمایا کہ مال بہت زیادہ ہونے لگا ہے اور ہماری تقسیم کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، آخر اس کو ٹھیک ٹھیک یاد رکھنے کی کیا تدبیر کی جائے۔ (الاعلان، ص:۱۷۳) اس کے بعد مشورے سے یہ طے پایا۔

تقویم اسلامی کی خصوصیات

آخر میں اسلامی ہجری قمری تقویم کا دیگر تقویموں سے تقابل کرتے ہوئے اس کے امتیازات اور خصوصیات بیان کئے جاتے ہیں، یہ خصوصیات ذیل ہیں:

الف:...اسلامی تقویم کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ آغاز سے اب تک یہ اپنی مجوزہ صورت پر قائم ہے، اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی، چونکہ یہ شرعی اور دینی تقویم ہے، اس لئے اس میں ترمیم کا حق کسی فرد بشر کو حاصل نہیں، یہ خصوصیت غالباً دنیا کی کسی دوسری مروجہ تقویم اور سن میں نہیں پائی جاتی۔ (پروفیسر ظفر احمد، السیر والطبیہ، توقیتی تضادات کا جائزہ، مشمولہ ششماہی السیرہ عالمی، مدیر سید فضل الرحمن زوار اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی، ش:۱، جون ۱۹۹۹ء، ص:۱۹۹)

ب:...دوسری خصوصیت یہ ہے کہ متداول ہونے اور استعمال کے لحاظ سے بھی تقویم ہجری دنیا کے اکثر مروجہ سنین سے قدیم ہے، اگرچہ وہ سنین اپنے اعداد کے اعتبار سے ہجری تقویم سے زیادہ پرانے معلوم ہوتے ہیں، مثال کے طور پر ذیل کی صورتوں پر غور کیجئے:

۱:...یکم محرم، یکم ہجری مطابق ۱۶ جولائی ۵۳۳۵ جولین بنتا ہے، اس طرح جولین پیریڈ کا سن بظاہر سن ہجری سے ۵۳۳۴ برس پہلے کا معلوم ہوتا ہے، حالانکہ یہ تقویم حقیقت میں سن ہجری سے ۹۸۹ برس بعد ۱۵۸۲ء میں وضع ہوئی ہے۔

۲:...یکم محرم، یکم ہجری کو ۳-آب ۴۳۸۲ عبری تھا، اس طرح بظاہر یہ سن ہجری سے ۴۳۸۱ برس پہلے کا معلوم ہوتا ہے، حالانکہ یہ ۱۵۸۲ء میں وضع ہوا ہے۔

۳:...سن کل جگ سن ہجری سے ۳۷۲۳ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے مگر مغربی مورخین اور ہیئت داں تسلیم کرتے ہیں کہ یہ سن چوتھی صدی عیسوی میں وضع کیا گیا تھا، یعنی اپنے حساب سے ۳۲ صدیاں گزرنے کے بعد اس کا آغاز ہوا تھا۔

۴:...سن سکندری سن ہجری سے ۹۳۲ سال پہلے کا ہے، مگر اپنی موجودہ ہیئت میں نوزائیدہ ہے، کیونکہ یہ شروع میں کئی صدیوں تک قمری مہینوں پر چلتا رہا ہے، بعد میں اسے شمسی مہینوں میں تبدیل کردیا گیا۔

۵:...سمت بروشہ کے مطابق یکم محرم یکم ہجری کو ۲۶ ساون سمت ۶۷۹ تھا، اس لئے بظاہر سمت

بروشلم سن ہجری سے ۶۷۸ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے مگر ہندو اور مغربی محققین کی تحقیقات کے مطابق اس کا آغاز ۸۹۸ بروشلم سے ہوا ہے، اس طرح یہ سن ہجری کے ۲۲۵ سال بعد شروع ہوتا ہے۔ (سلیمان منصور پوری رحمۃ للعالمین، ج:۲، ص:۳۵۱)

ج:... اسلامی تقویم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ تقویم کسی خاص شخصیت سے وابستہ نہیں ہے، بلکہ ایک ایسا واقعے سے اس کا تعلق ہے جو پورے مذہب اسلام کے حوالے سے اپنی اہمیت رکھتا ہے، یوں اس کی بنیاد روحانی بھی ہے، یہ خصوصیت رائج الوقت دیگر تقاویم میں نہیں ہے، بیرونی آثار الباقیہ میں لکھتا ہے۔

”قوموں کا طریقہ اس بارے میں یہ رہا ہے کہ بانیان حکومت و مذاہب کی پیدائش، بادشاہوں کی تخت نشینی، انبیاء کی بعثت، ملکوں کی فتح و تسخیر، سلطنت کے انقلاب و انتقال اور حوادث عظیمہ ارضیہ سے تواریخ سنین کی ابتدا کیا کرتے تھے۔“

(ابوالکلام آزاد رسول رحمت، ص:۲۰۷)

چنانچہ ایسے بہت سے سنین جو اس دور میں رائج تھے یا آج موجود ہیں، وہ کسی نہ کسی شخص واقعے کی طرف منسوب ہیں، مثلاً:

۱:... بابلی سن بخت نصر اول کی پیدائش کے وقت سے شروع کیا گیا تھا۔

۲:... یہودی سن کا مصر سے خروج کے واقعے سے آغاز ہوتا ہے۔

۳:... سن عیسوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے شروع ہوا۔

۴:... رومی سن پہلے پہلے سکندر اعظم کی پیدائش اور پھر آگسٹس کی پیدائش سے شروع ہوا۔

۵:... ہندوستانی سن راجہ بکر ماجیت کی پیدائش سے شروع کیا گیا۔

۶:... ایرانیوں میں بھی جس قدر سن رائج ہوئے ان سب کی ابتدا پیدائش، تخت نشینی اور کسی ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں انتقال حکومت کے واقعے سے ہوتی ہے اور اس رسم کے بانی اور موسس بھی ایرانی ہی ہیں کہ ہر بادشاہ گزشتہ سن منسوخ کرکے اپنی تخت نشینی کا نیا سن جاری کرے اور اسے سن جلوس کہا جائے۔ (رحمۃ للعالمین، ص:۳۵۱)

۷:... جبکہ عربوں میں لکھنے پڑھنے کا کوئی خاص رواج نہ ہونے کی وجہ سے ان کا خاص سن نہیں تھا بلکہ وہ مخصوص واقعات کے اعتبار سے اپنے سالوں کا حساب رکھا کرتے تھے، چنانچہ آپ کی ولادت سے قریب کے زمانے میں ابراہہ کا حملہ عرب کا خاص واقعہ تھا، اس کا اعتبار کرتے ہوئے ان کے ہاں عام الفیل رائج تھا۔ اس کی کچھ تفصیل پہلے گزری ہے۔

د:... اس ہجری، قمری تقویم میں ہفتے کا آغاز جمعۃ المبارک سے ہوتا ہے۔ (پروفیسر ظفر احمد 'السیر' ش:۱، ص:۱۶۹)

ہ:... ہجری تقویم میں شرک، نجوم پرستی یا بت پرستی وغیرہ کا شائبہ تک نہیں ہے، اس کے مہینوں اور دنوں کے ناموں کو کسی دیوی یا دیوتا سے کوئی نسبت نہیں۔ (ایضاً)

و:... سابقہ شریعتوں میں بھی دینی مقاصد کے لئے یہی قمری تقویم رائج تھی، بعد میں لوگوں نے اس میں تحریف اور ترمیم کرتے ہوئے اسے قمریہ شمسی یا صرف شمسی تقویم میں بدل ڈالا، لیکن ہجری اسلامی قمری تقویم الحمدللہ ہر طرح کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔ (ایضاً، ص:۱۷۵)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

نصاریٰ نجران کی جو روایت سخاوی کے حوالے سے پہلے بیان ہوئی، اس میں یہ بھی مذکور ہے: یعنی اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ تقویم کا آغاز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا تھا تو حضرت عمرؓ تقویم ہجری کے سلسلے میں آپؐ کی پیروی کرنے والے ہوں گے، اس کے بانی و موجد نہیں۔ (الکتانی، التراتیب الداریہ، ص:۱۸۱، (Jounal of Islamic Studies, Karachi, University, Editor in chief Prof. Dr. Abdul-Rashid by Prof. Dr. M. Tahir Malick/ TheHijra Calendar asymbol of Islamic Culture. P:12) اس سے بعض حضرات کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ حضرت عمرؓ نے تقویم ہجری کا آغاز نہیں کیا تھا بلکہ اس کا آغاز آپ

خادم علماء حق: حاجی الیاس غنی عنہ
علماء کرام کیلئے خصوصی پیشکش
علماء کرام کے اہل خانہ کے لئے ہمارے ہاں سے زیورات کی خریداری پر کسی بھی قسم کی گھڑائی جڑائی نہیں لی جائے گی مزید بصورت واپسی اصل سونے کی قیمت جب چاہیں واپس حاصل کریں
یاد رکھئے اولڈ
ستارا جیولرز
ائمہ مساجد بھی اس پیشکش سے فائدہ اٹھائیں
صرافہ بازار میٹھادر کراچی نمبر2- سیل:0321-2984249-0323-2371839

کے دور میں ہی ہو چکا تھا، حالانکہ قرائن وشواہد کی رو سے یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ اکثر روایات کی موجودگی میں تنہا اہل نجران کی روایت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کرنا درست نہیں، اس سلسلے میں مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھنا چاہئے:

۱:... اس روایت میں ذکر یہ ہے کہ نصاریٰ نجران کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا تو اس میں آپؐ نے تاریخ لکھنے کا حکم دیا تھا، غور طلب بات یہ ہے کہ اہل نجران کے نام آپؐ کے کئی خطوط حدیث، سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ (دیکھئے ڈاکٹر حمید اللہ 'الوثائق السیاسیہ' ص:۱۶۵ تا ۱۸۰) ان میں کسی میں بھی کوئی تاریخ مذکور نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والی ہر بات اور ہر چیز کی صحابہ کرامؓ اور بعد کے مسلمانوں نے جس طرح حفاظت کی ہے، اس کے پیش نظر یہ باور کرنا ممکن نہیں کہ انہوں نے اس تاریخ کا ذکر نہیں کیا ہوگا۔

۲:... آپؐ نے ۶ ہجری اور اس کے بعد مختلف سلاطین کو دعوتی خطوط تحریر فرمائے تھے، ان میں سے چھ خطوط اب بھی اپنی اصل میں محفوظ ہیں اور ان کے عکس متعدد کتب میں شائع ہو چکے ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے، حوالہ نمبر ۲۳) ان میں کہیں بھی کوئی تاریخ درج نہیں ہے، حالانکہ نصاریٰ نجران کو آپ نے یہ خط ۵ ہجری میں ارسال فرمایا تھا (الکتانی، ص:۱۸۱) اس اعتبار سے بعد کے تمام خطوط میں تاریخ درج نہیں ہوئی چاہیے تھی۔

۳:... اس روایت کو قبول کرنے والوں نے سخاوی کے جس قول کو دلیل بنایا ہے وہ خود اس بارے میں اپنی رائے کو حتمی قرار نہیں دیتے بلکہ صرف روایت ذکر کر کے یہ کہتے ہیں فان ثبت فیکون... یعنی اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو حضرت عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع قرار دیا جائے گا، لیکن دیگر روایات سے یہ بات ثابت نہیں ہے۔

۴:... سب سے اہم بات یہ ہے کہ اگر یہ معاملہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں طے ہو گیا تھا تو پھر حضرت عمرؓ نے کس بارے میں مشورہ کیا تھا؟ جس کے متعلق روایات بالکل واضح اور اس کثرت سے ہیں کہ ان کے مقابلے میں کسی شاذ یا نئی روایت کو ترجیح دینا ممکن نہیں۔

۵:... ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے آنے تک وہاں تاریخ کا دستور نہ تھا، چنانچہ وہ آپ کی تشریف آوری سے ایک مہینہ، دو مہینے شمار کرنے لگے اور ان کا یہی چلن رہا تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور عمرؓ کی خلافت کے چار سال بھی یوں ہی گزرے، اس کے بعد تاریخ وضع کی گئی۔" (الاعلان، ص:۱۷۳)

۶:... امام احمد، امام بخاری، ابن عساکر، ابن سیرین، حاکم، سعید بن المسیب، ابن حجر وغیرہ کی روایات اور ذاتی آراء سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ سلسلہ تقویم اسلامی کے موسس حضرت عمرؓ ہیں، ان ہی کے عہد مبارک میں صحابہ کرام کے مشورے سے یہ تقویم وضع کی گئی۔

ان نکات کی روشنی میں اس بارے میں نصاریٰ نجران والی روایت پر کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصہ بحث

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور عہد مبارک میں ضرورت نہ ہونے کے سبب اسلامی تقویم کا آغاز نہ ہو سکا، آپؐ کے بعد عہد صدیق اکبرؓ کے مختصر ایام میں بھی گوناگوں مشکلات اور مہمات کے سبب اس جانب توجہ نہ دی جا سکی، البتہ عہد فاروق اعظمؓ میں جب ضرورتیں بڑھیں اور اسلامی ریاست وسیع ہوئی تو حضرت عمرؓ فاروق کی توجہ اس جانب مبذول ہوئی، انہوں نے صحابہ کرامؓ کے مشورے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے سے ہجرت نبوی کو اسلامی تقویم کا آغاز قرار دے کر اس سے اسلامی سال کا آغاز کیا، پھر چونکہ ہجرت مدینہ ربیع الاول میں ہوئی تھی اور عربوں کا سال محرم سے شروع ہوتا تھا، اس لئے حضرت عثمانؓ کے مشورے سے محرم سے اسلامی سال کا آغاز ہوا اور یکم محرم الحرام یکم ہجری مطابق ۱۶ جولائی ۶۲۲ء، ۱۶/ جولائی ۵۳۳۵ جولین، ۳- آب، ۴۳۸۲ عبری، ۲۶ ساون، ۶۷۹ سمت کو ہجری تقویم کا نقطۂ آغاز قرار دیا گیا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:۲۳، ص:۱۲۴) جبکہ ہجری تقویم کا باقاعدہ آغاز اور پہلی مرتبہ استعمال عہد فاروقی میں ۳۰ جمادی الاخریٰ ۱۷ ہجری مطابق ۱۲ جولائی ۶۳۸ء بروز اتوار کو ہوا۔ (رحمۃ للعالمین، ج:۲، ص:۳۵۱، اردو دائرہ معارف اسلامیہ محولہ بالا)۔ واللہ اعلم۔

☆☆......☆☆

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار، میٹھادر کراچی
فون: 2545573

تین روزہ ختم نبوت اور ردِ قادیانیت کورس

رپورٹ: ابراہیم حسین

''بندہ 'مفتی عتیق الرحمٰن شہید لائبریری' میں اپنی نشست سنبھالے ہوئے تھا، اتنے میں اجنبی چہرہ پریشان حال وارد ہوا۔ سلام کے بعد پوچھنے لگا: ''آپ کی لائبریری میں منکرین ختم نبوت، قادیانیوں کے بارے میں کوئی کتاب ہوگی؟'' میں نے جواباً استفسار کیا کہ قادیانیوں کے بارے میں معلوم کرنے کی آپ کو کیا ضرورت آن پڑی؟ اب وہ ذرا کھل کر بات کرتے ہوئے کہنے لگا: ''میں ملازم پیشہ آدمی ہوں، پورے دن دفتر میں ڈیوٹی پر ہوتا ہوں، گھر میں بیوی اکیلی رہ جاتی ہے، کچھ عرصہ سے دن کے وقت میرے گھر ایک قادیانی عورت آتی ہے، میری بیوی کو بڑے مکروفریب اور دجل وتلبیس سے قادیانیت کی تبلیغ کرتی ہے، میری بیوی اس سے کافی متاثر ہوئی ہے، اگر آپ نے میری راہنمائی نہ کی تو قریب ہے کہ میری بیوی قادیانیت کے شیطانی جال میں پھنس جائے، بڑے خوف نے مجھے گھیرا ہوا ہے، خدارا کچھ کیجئے'' وہ اپنے دل کا دکھڑا سنا کر خاموش ہوگئے اور میں فکروسوچ کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا، میرے ضمیر نے مجھے جھنجھوڑا، تمہاری لائبریری میں ختم نبوت اور ردِ قادیانیت پر ایک کتاب بھی نہیں، تمہارے علاقہ میں تمام تنظیموں اور جماعتوں کا نیٹ ورک موجود ہے، اگر نہیں ہے تو وہ ناموس رسالت کی حفاظت کرنے والے نہیں ہیں، میں نے اسی وقت عزم مصمم کیا، آپ علیہ السلام کا دفاع اور منکرین ختم نبوت کی راہ میں سد سکندری بننے کے لئے تحریک کی داغ بیل ڈالی، علاقہ بھر کے علماء کرام، ائمہ وطلبا عظام اور عوام الناس کو ختم نبوت کے نازک مسئلہ کی طرف متوجہ کیا، الحمدللہ! بڑا حوصلہ افزا نتیجہ سامنے آیا، علماء وطلبا کا اجلاس بلوایا گیا، جس میں سولہ مساجد کے ائمہ کرام شریک ہوئے، اتفاق رائے سے جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی کے استاذ الحدیث مولانا عزیز الرحمٰن صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حلقہ میٹروول کے امیر اور مدرسہ اشرفیہ امدادیہ کے مہتمم مفتی عبدالجبار صاحب نائب امیر مقرر ہوئے۔ اجلاس میں طے ہوا کہ ہر ماہ علماء کا الگ اور طلبا کا علیحدہ اجلاس منعقد کیا جائے گا، اللہ کے فضل وکرم، مولانا عزیز الرحمٰن صاحب اور مفتی عبدالجبار صاحب کی شفقتوں، قاضی احسان احمد صاحب کے مشوروں اور بے لوث ساتھیوں کی کاوشوں سے ہماری تحریک کا چھوٹا سا پودا تناور درخت کی شکل اختیار کرتا جارہا ہے، یہ تین روزہ ختم نبوت اور ردقادیانیت وعیسائیت کورس اسی درخت کا ثمرہ ہے۔'' ان خیالات کا اظہار مفتی عبدالوہاب عابد صاحب میٹروول سائٹ کراچی میں منعقد کئے گئے تین روزہ ختم نبوت اور ردقادیانیت وعیسائیت کورس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمارہے تھے، کورس کی افتتاحی تقریب ۱۲ ذوالحجہ مطابق ۴/دسمبر ۲۰۰۹ء بروز جمعہ جامع مسجد طاہری میں صبح آٹھ بجے شروع ہوئی، اس کورس کی تشہیر کے حوالہ سے پورے علاقہ میں جا بجا اہم مقامات، مساجد ومدارس، چوک وچوراہوں، اسکول وکالج کے آس پاس پوسٹرز، پول بینرز لگائے گئے تھے، جگہ جگہ وال چاکنگ بھی کی گئی تھی، ائمہ کرام اور اسکول وکالج کو خصوصی دعوت نامے روانہ کئے گئے تھے، اسی جہد مسلسل کا نتیجہ تھا کہ شرکائے کورس کی تعداد توقع سے بڑھ کر تھی۔ کورس میں شریک ہونے والوں کے لئے قلم وکاغذ اور دوپہر کے کھانے کا انتظام بھی کیا گیا تھا، کورس کا دورانیہ صبح آٹھ سے دوپہر بارہ بجے تک تھا، پہلے دن آٹھ بجے ہی ختم نبوت اور ردِ قادیانیت وعیسائیت کورس کی افتتاحی تقریب ذکریا مسجد کے امام مولانا قاری سیف الرحمٰن صاحب کی دلوں کو جلا بخشنے والی مسحورکن تلاوت سے شروع ہوئی، اسٹیج سیکریٹری کے فرائض قاری اللہ دتہ انجام دے رہے تھے، تلاوت کے بعد نظم کے لئے شعیب فیاض کو بلوایا گیا، درمیان میں جامعہ فاروقیہ کراچی کے نوجوان استاذ مولانا طلحہ خالد سے ''ختم نبوت زندہ باد'' والی نظم سنوائی گئی، افتتاحی بیان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میٹروول سائٹ کے امیر اور جامعہ بنوریہ کے استاذ الحدیث مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے کیا۔ کورس کے لیکچرارز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنما مولانا پروفیسر حفیظ الرحمٰن ٹنڈو آدم اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ قاضی احسان احمد تھے۔ دونوں اپنے فن میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ مولانا عزیز الرحمٰن نے افتتاحی بیان میں فرمایا کہ عقیدہ کا مسئلہ بڑا نازک ہے، اعمال میں کمی بیشی اونچ نیچ کی صورت

میں قیامت کے دن گلوخلاصی کی امید ہے، عقیدہ میں فساد جہنم میں ٹھکانے کا باعث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننا ہمارے عقائد میں سے ہے۔ اہل سنت والجماعت میں سے کسی کا بھی اس بارے میں اختلاف نہیں، سب کا اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی نہ ماننے والا کافر ہے، ختم نبوت کا انکار تاریخ میں پہلی مرتبہ وقوع پذیر نہیں ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب نے بھی ختم نبوت کا انکار کرتے ہوئے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، تاجدار ختم نبوتؐ نے اسود عنسی کی سرکوبی کے لئے فیروز دیلمیؓ کو روانہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی آپ کی رحلت کے بعد منکرین ختم نبوت کا قلع قمع کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ رومیوں کے خلاف جیش اسامہؓ منکرین ختم نبوت، منکرین زکوٰۃ اور مرتدین اسلام چاروں کے خلاف الگ الگ لشکر روانہ فرمائے، اس موقع پر امیر المومنینؓ نے تاریخی جملہ ارشاد فرمایا تھا: ''میری زندگی میں دین میں کمی کی جائے یہ نہیں ہوسکتا'' منکر ختم نبوت مسیلمہ کذاب کی بیخ کنی کرتے ہوئے بارہ سو صحابہ کرامؓ و تابعینؒ عظام خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام غزوات میں کل دو سو انسٹھ صحابہ کرامؓ شہید ہوئے تھے۔

ہر دور کی تاریخ جاں نثاران ختم نبوت کی قربانیوں سے مرقوم ہے، صرف ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں دس ہزار نوجوان دار ابد کوچ کر کے ہمیشہ کے لئے امر ہوگئے۔ حضرت ابومسلم خولانیؒ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نہیں کی، تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے، اسود عنسی کذاب کے نمک خوار حضرت خولانیؒ کو پکڑ کر اسود عنسی کے پاس لے گئے، اسود عنسی نے ان سے نبی علیہ السلام کی نبوت کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے جرأت مندانہ جواب دیا: ''جی ہاں! آپ اللہ کے برحق رسول ہیں'' اسود عنسی نے اپنے بارے میں پوچھا انہوں نے جان کی پرواہ کئے بغیر فرمایا: ''وہ اللہ کے آخری رسول ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔'' اسود عنسی طیش میں آ گیا، ابومسلم خولانیؒ کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈالنے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی یاد تازہ کر کے خولانیؒ کے لئے آگ کو گل گلزار کر دیا۔ خولانیؒ صحیح سلامت آگ سے نکل آئے، یہ دیکھ کر کذاب اسود عنسی بہت گھبرایا اور انہیں جلاوطنی پر مجبور کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نچھاور کرنے والوں کے ساتھ خداوند عزوجل کی خصوصی مدد و نصرت ہوتی ہے۔

مولانا پروفیسر حفیظ الرحمن صاحب نے اپنے خطاب میں حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور مہدی علیہ الرضوان پر سیر حاصل گفتگو کی اور کہا کہ جس طرح عقائد کی تصحیح ضروری ہے، اسی طرح غلط عقائد کی تردید بھی ضروری ہے۔ ہمارا کلمہ طیبہ بھی غلط عقیدہ کی تردید اور صحیح عقائد کے بیان پر زور دیتا ہے۔ قادیانیوں کے پاس اپنے غلط عقائد کو ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل نہیں۔ اس لئے وہ علماء کے ساتھ مناظرہ کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں جو دلائل دینے کی کوشش کی ہے وہ عام ہے۔ مناظرہ کا اصول ہے خاص دعویٰ کے لئے دلیل بھی خاص ہونی چاہئے۔ مسلمان خواہ کتنا ہی گناہوں کی دلدل میں دھنسا ہوا کیوں نہ ہو، پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آنے پر وہ جان کی بازی لگانے کے لئے نعرۂ مستانہ لگا کر میدان میں کود پڑتا ہے، آپ ختم نبوت کی تبلیغ کسی مسلمان کو بھی کریں وہ آپ کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائے گا، اس لئے آپ حضرات اپنے علاقہ میں ختم نبوت کے کاز کو اپنا کام بنائیں، آپ کے لئے راہ ہموار ہے۔

مولانا قاضی احسان احمد نے مرزا قادیانی کی شخصیت و کردار کو موضوع بناتے ہوئے کہا کہ مرزا نے اپنے مریدین و متعلقین سے وعدہ کیا کہ میں اسلام کی حقانیت پر پچاس جلدوں پر مشتمل کتاب لکھوں گا، جس میں تین سو دلائل ہوں گے، کتاب کا نام ''براہین احمدیہ'' ہوگا، سادہ لوح عوام سے کتاب کی اشاعت کے لئے پیشگی پیسہ بٹورا، بڑے عرصہ بعد ایک جلد منظر عام پر آئی، دو سال بعد دو جلدیں ایک ساتھ منصۂ شہود پر آئیں، پھر دو سال بعد چوتھی جلد بھی وجود میں آگئی، پانچ جلدوں کے بعد سلسلہ رک گیا، چندہ دینے والوں نے اصرار کیا کہ ہم نے آپ کو پچاس جلدوں سے زیادہ کے پیسے پیشگی دیئے ہیں، اگر کتاب نہیں لکھ سکتے تو ہمارے پیسے واپس کر دیں، مرزا کو بہت اچھی سوجھی، بڑا خوب جواب دیا: ''چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے، اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہوگیا۔'' قادیانیوں سے پانچ سو روپیہ قرض لے کر پانچ روپے واپس کر کے کہا جائے کہ دو نقطے آپ لگالیں، کیا وہ قبول کریں گے؟ غور فرمائیں! اللہ کا نبی جھوٹ بول سکتا ہے؟ جو جھوٹ بولے اللہ کا نبی بن سکتا ہے؟ اللہ کا نبی حرام کے قریب بھی جاسکتا ہے؟ جو حرام کھائے اللہ کا نبی ہوسکتا ہے؟ جو لوگوں کو دھوکا دے، اس دھوکا باز کے بارے میں کیا خیال ہے؟ قاضی صاحب نے متعدد مثالیں دے کر مرزے کی ''مقدس شخصیت'' کو بے نقاب کیا۔ آخری دن سوال و جواب کی نشست منعقد ہوئی، اس طرح یہ سہ روزہ رد قادیانیت و عیسائیت کورس مولانا عزیز الرحمن مدظلہ کی پُرسوز دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

☆☆..........☆☆

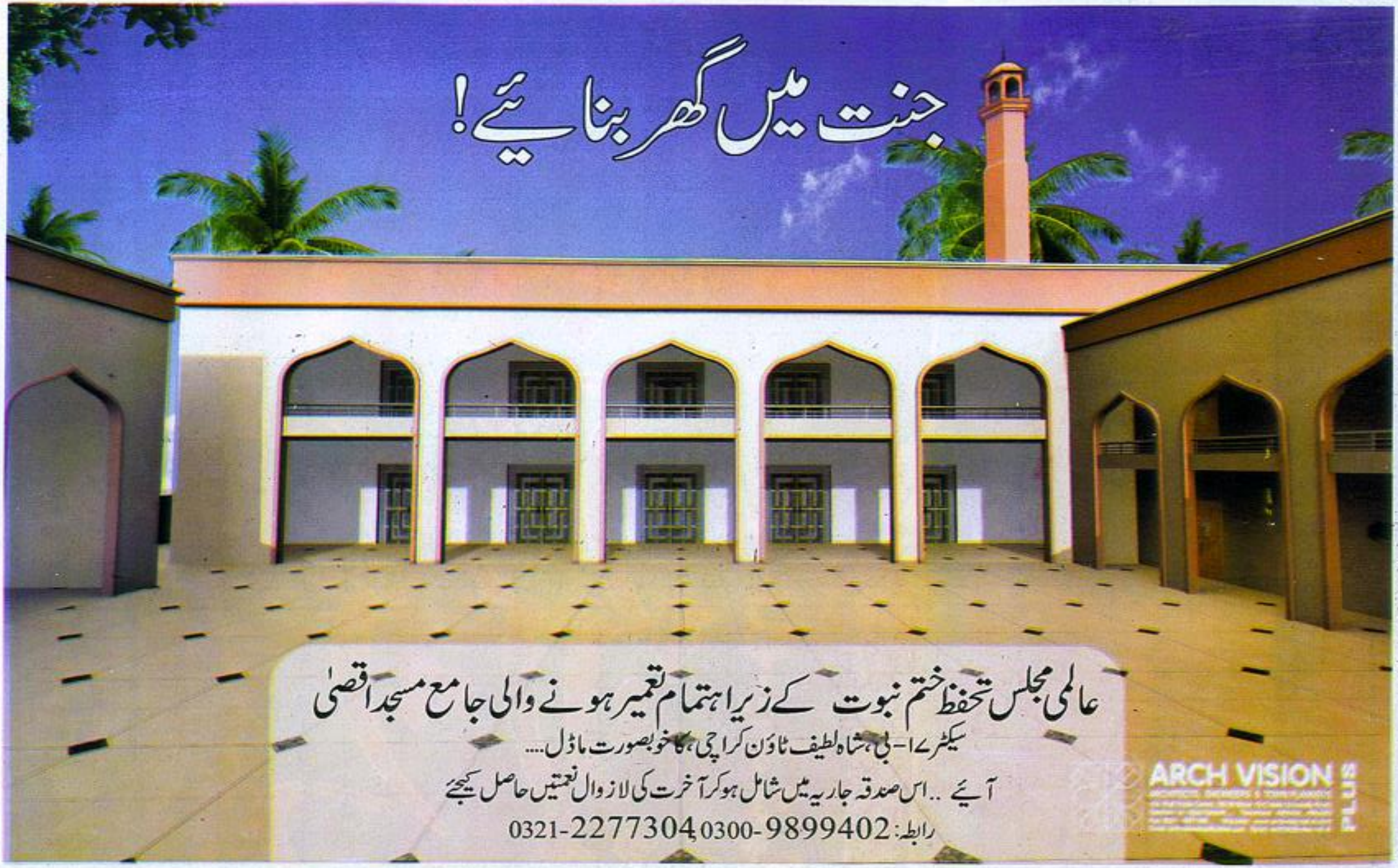

جنت میں گھر بنائیے!
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام تعمیر ہونے والی جامع مسجد اقصیٰ
سیکٹر ۱۷-بی، شاہ لطیف ٹاؤن کراچی، کا خوبصورت ماڈل....
آئیے .. اس صدقہ جاریہ میں شامل ہو کر آخرت کی لازوال نعمتیں حاصل کیجئے
رابطہ: 0300-9899402، 0321-2277304
ARCH VISION
PLUS